احساس، قدرت کی طرف سے انسان کو ودیعت ہونے والی وہ خوب صورت نعمت ہے جو اس دنیا کو جائے امان اور رہنے کے قابل بناتی ہے۔ احساس ہی وہ توانائی ہے جو زندگی کو درست راہ پر گامزن رکھتی ہے اور آدمی کو اچھائی اور برائی کے فرق سے آشنا رکھتی ہے۔ اس ماہ ان صفحات میں شائع کی جانے والی داستان بعض ایسے کرداروں کے گرد گھومتی ہے جو احساس کی ناتوانی کا شکار تھے۔ طمع اور لالچ نے انہیں اس طرح قابو کیا تھا کہ وہ اچھے برے کی تمیز کھو بیٹھے تھے۔ ان کی فصلیں سونا اگلتی تھیں اور کارخانے نوٹ چھاپتے تھے۔ آسائشوں کی فراوانی تھی اور کسی بھی خواہش کی تکمیل مشکل نہ تھی۔ طلب کے دسترخوان پر ہر ذائقہ اور لذت ہمہ وقت موجود رہتی۔ اس آسودگی نے انہیں جائز و ناجائز کی ہر بندش سے آزاد اور غیرت و حمیت کے تقاضوں سے بے پروا کردیا تھا۔ معمولی نفع کی وہ کتنی بھاری قیمت ادا کررہے تھے، انہیں اس کا اندازہ نہ تھا۔

یہ کہانی ہماری اجتماعی سوچ میں سرایت کر جانے والی بے اعتمادی کی علامت بھی ہے اور اس کے بھیانک انجام کی تنبیہی عکاسی بھی۔

اپنے زورِ بازو کے بجائے بیرونی امداد پر تکیہ کرنے والوں کے لیے بطورِ خاص

محی الدین نواب

کاروبار وراثت

لہلہاتی ہوئی فصلوں کے سامنے لوگوں کا مجمع لگا ہوا تھا۔ عورتیں، مرد، بچے، جوان اور بوڑھے سب ہی تماشا دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ کھڑے ہوئے تھے باقی مٹی اور کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر بیٹھے آسمان کی طرف یوں دیکھ رہے تھے جیسے اب تب میں کوئی عجیب و غریب خلائی مخلوق نامعلوم بلندیوں سے زمین پر اترنے والی ہو۔

کھیت کے ایک حصے میں ایک شخص ایک اسٹینڈ پر کیمرا نصب کیے کھڑا ہوا تھا۔ کیڑے مار دوا کی اشتہاری فلم تیار ہو رہی تھی۔ کیمرے سے ذرا فاصلے پر فلم یونٹ کے چند افراد تھے۔ ڈائریکٹر بار بار کلائی کی گھڑی کو اور صاحب عالی کو دیکھ رہا تھا۔ صاحب عالی کی نظریں دور کیمیکل فیکٹری کی بڑی سی چمنی کو دیکھ رہی تھیں جہاں سے دھواں نکل رہا تھا اور لہراتا ہوا اوپر کو جاکر فضا میں تحلیل ہو رہا تھا۔

وہاں دور تک صاحب عالی کی زمینیں تھیں۔ ان زمینوں پر جو پنڈ آباد تھا اس کے سیاہ و سفید کا مالک بھی صاحب عالی تھا۔ اس نے شہر میں رہ کر تعلیم حاصل کی تھی اس لئے ..... گفتگو کے ڈھنگ اور آداب و اطوار سے واقف تھا۔ اس نے سیاسیات میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اگر یہ ڈگری نہ لیتا تب بھی جاگیردارانہ سیاست باپ دادا سے ورثے میں ملی ہوئی تھی۔ سیاست میں جذباتیت سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ چونکہ وہ جوان تھا اس لئے سامنے سے کوئی جوانی گزرے تو کوئی شعر ہو جایا کرتا تھا۔ وہ دیکھنے اور شعر کہنے کی حد تک جذباتی تھا۔ کسی پرائی غزل کو چھوتا بھی نہیں تھا۔ ایک نہایت حسین دوشیزہ اس کے تصور میں تھی جسے اس نے کبھی دیکھا نہیں تھا اور اسے دیکھنے اور پالینے کی آرزو کرتا تھا۔

اس کا بھائی جناب عالی اس سے ایک برس چھوٹا تھا۔ اس نے برائے نام تعلیم حاصل کی تھی۔ زمینیں فصل کی صورت میں سونا اگلتی ہوں تو تعلیم ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ اسے شکار سے دلچسپی تھی۔ شکار چرند و پرند کا ہو تو بندوق کی گولیوں سے ہوتا تھا۔ کسی دوپاؤں کی مست ہرنی کا ہو تو بازوؤں کی قوت سے ہوا کرتا تھا۔ ہرنی کو جبراً اٹھا کر کاندھے پر لاد کر اس کے چیخنے چلانے اور تڑپنے مچلنے کے باوجود طلب کے دسترخوان تک لانے کی جو محنت ہوتی تھی، اس میں پسینہ آجاتا تھا لیکن پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری مل جاتی تھی۔ اس طرح ایک عجیب سی مردانہ وار مسرت حاصل ہوتی تھی۔

ان کے والد عالی حاکم نے دونوں بھائیوں کے درمیان کچھ زمین تقسیم کردی تھی۔ وہ دونوں ایک ایک پنڈ کے مالک تھے۔ ان دونوں کے پنڈ کے درمیان کیمیکل فیکٹری اور باقی زمینیں ابھی باپ کے نام پر تھیں۔ اس فیکٹری میں کیڑے مار ادویات تیار ہوتی تھیں۔ باپ کو خوش رکھنے کی خاطر دونوں بھائی اس فیکٹری کی ذمے داریاں سنبھالتے تھے۔ اس کے کئی شعبے ایسے تھے جن کا تعلق سرکاری زرعی افسران اور کیمیکل کے ماہرین سے تھا۔ ان سے تعلقات استوار کرنے اور خط و کتابت کرتے رہنے کے لئے تعلیم لازمی تھی اس لئے اس فیکٹری میں تعلیم یافتہ صاحب عالی کا عمل دخل جناب عالی سے زیادہ تھا۔

جہاں زر، زن اور زمین کے حصول کا معاملہ ہو، وہاں بھائی اپنے بھائی کا نہیں ہوتا۔ جناب عالی نے ماں سے شکایت کی "بے بے! ابا وڈے بھا پر زیادہ بھروسا کرتا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے وہ فیکٹری اسی کے نام کردے گا۔ اگر ایسا ہوگا تو میں......"

اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی تاکہ ماں اس کی حمایت میں فقرہ مکمل کرے اور کہہ دے کہ اس کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی لیکن ماں نے گھور کر کہا "وے تیں کیا۔ آگے بول کیا تو اپنے ابا کو مار ڈالے گا۔ وڈے بھا کی جان لے لے گا؟"

وہ اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولا "میں.... میں اپنے آپ کو ختم کرلوں گا۔"

ماں کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر بولی۔ "ہائے میں مرجاواں۔ خبردار جو ایسی بات کی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ صاحب عالی فیکٹری کی بڑی ذمے داریاں سنبھالتا ہے لیکن جب بٹوارا ہوگا تو فیکٹری کی آمدنی میں دونوں کا برابر کا حصہ ہوا کرے گا۔ تیرے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی۔ خواہ مخواہ اپنا دل میلا نہ کر۔"

جناب عالی خوش ہو کر ماں کے گلے سے لگ گیا "سچ بے بے! کھا میری قسم۔"

اسی وقت چوہدری عالی حاکم نے کمرے میں آکر کہا "بڑا پیار ہو رہا ہے ماں پتر میں۔ بات کیا ہے؟ کس بات کی قسم لی جارہی ہے۔"

"اس کا خیال ہے کہ آپ فیکٹری صاحب عالی کے نام کریں گے۔"

"نہ چوہدرانی نہ۔ وہ فیکٹری دونوں بھائیوں میں سے کسی کے نام نہیں ہوگی۔"

چوہدرانی نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟ آخر کسی کے نام تو ہوگی؟"

"بے شک۔ وہ ہوگی میرے پوتوں کے نام۔"

"ہائیں۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"وہی جو تم سن رہی ہو۔ جس کے ہاں بیٹے زیادہ ہوں گے اسی کے فیکٹری میں حصے زیادہ ہوں گے۔ اگر دونوں کے برابر بیٹے ہوں گے تو دونوں فیکٹری کے برابر کے مالک ہوں گے۔"

چوہدرانی نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا "آپ بھینس خریدنے سے پہلے دودھ دوہنے اور پینے کی باتیں کررہے ہیں۔ ان کی شادیاں نہیں ہوئی ہیں۔ اولاد کے خواب دیکھ رہے ہیں۔"

"شادی ہونے میں دیر کتنی لگتی ہے۔ بہوئیں لانے کے لئے سات سمندر پار نہیں جانا ہے۔ لڑکیاں ہمارے خاندان میں ہیں۔"

"خاندان میں کئی لڑکیاں ہیں۔ آپ کی نظروں میں کون

ہیں؟"

"میں انصاف پسند ہوں۔ ایک لڑکی تیری بہن کی ہو گی اور ایک لڑکی میری بہن کی۔ میں نے صاحب عالی کے لئے راشدہ کو پسند کیا ہے۔ تیری بہن کی بیٹی رخسانہ اس جناب عالی کے لئے کیسی رہے گی؟"

چوہدرانی نے خوش ہو کر کہا "آپ تو میرے دل کی باتیں کہہ رہے ہیں۔ میں تو آج ہی رخسانہ کا رشتہ مانگنے جاؤں گی۔"

"میں بھی راشدہ کا رشتہ مانگنے میں دیر نہیں کروں گا۔ شادی جتنی جلدی ہو جائے ہم دادا دادی بن جائیں تو فیکٹری کا معاملہ بھی نمٹ جائے گا۔"

دونوں بھائیوں کے لئے اصل معاملہ فیکٹری کا تھا۔ صاحب عالی ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے تصورات میں آنے والی اور اپنی غزلوں میں سمانے والی حسینہ کا منتظر تھا لیکن وہ انتظار کرتا رہتا تو جناب عالی شادی کر کے بیٹے کا باپ بن کر اس منافع بخش فیکٹری کو جیت لیتا۔

اس نے شاعرانہ حسن و جمال رکھنے والی حسینہ کو بالائے طاق رکھ دیا۔ راشدہ جیسی بھی تھی' باپ کی پسند تھی' اسے دلہن بنا لیا۔ حویلی میں دو دلہنیں آگئیں لیکن دلہاؤں کے لئے تجسس سے بھرپور تھیں۔ دونوں بند تجوریاں تھیں۔ پتا نہیں قدرت کب انہیں کھولنے والی تھی اور جب کھولتی تو تجوری سے بیٹی نکلتی یا بیٹا؟ بڑے اضطراب میں مبتلا کرنے والی دلہنیں آئی تھیں۔

دوسری طرف چوہدری اور چوہدرانی کے دلوں میں بھی یہ چور آرزوئیں تھیں کہ ان کی اپنی بہن کی بیٹی پہلی بار بیٹے کی ماں بنے۔ آئندہ بھی جو جتنے بیٹے پیدا کرے گی فیکٹری میں اس کے بیٹوں کا حصہ بڑھتا جائے گا۔

گویا صرف پہلی زچگی کی بات نہیں تھی۔ آئندہ جو زمین جس قدر سونا اگلنے والی فصلیں اگاتی یعنی جتنے زیادہ بیٹے پیدا کرتی فیکٹری میں اس کے بیٹوں کا شیئر زیادہ ہوتا رہتا۔

یہ تو لمبا کھیل ہو گیا تھا لیکن کھیل شروع نہیں ہوا تھا۔ شادی کے چھ ماہ تک دونوں بھائی اضطراب میں مبتلا رہے۔ وہ ہر رات اپنی بیویوں سے پوچھتے تھے "کب خوش خبری سنا رہی ہو؟ دوا تو ہم کر رہے ہیں' دعائیں تم کیا کرو۔"

وہ فصل کو کیڑوں سے پاک رکھنے والی فیکٹری کا معاملہ تھا۔ دوا جتنی پراثر ہوتی' فصل بھی اتنی ہی اچھی اور زیادہ ہوتی۔

چھوٹے بھائی جناب عالی کو غصہ جلدی آتا تھا۔ وہ رخسانہ سے کہتا تھا "اگر تم نے جلد ہی خوش خبری نہ سنائی تو میں فیکٹری سے سنڈی مار دوائیں لا کر تم پر چھڑکنا شروع کر دوں گا۔"

راشدہ اور رخسانہ کی مائیں بھی بڑے جتن کر رہی تھیں۔ اپنی بیٹیوں کو پیروں فقیروں کے پاس لے جاتی تھیں۔ ان دلہنوں کے لئے زیورات کی کمی نہیں تھی لیکن انھیں اتنے تعویذ پہنا[illegible]

گئے تھے کہ زیورات پہننے کی جگہ ہی نہیں رہی تھی۔

ان کی ساس چوہدرانی نے آم' لیموں اور گاجر وغیرہ کے اچار بنا رکھے تھے کہ پتا نہیں کب کسی بہو کو کھٹے کی ضرورت پڑ جائے۔ اگر دونوں میں سے کسی کی طبیعت ذرا سی خراب ہوتی تو ڈاکٹر یا حکیم سے پہلے دائی کو بلایا جاتا تھا۔ وہ ان کا معائنہ کرتی تھی پھر مایوسی سے دائیں بائیں سر ہلا دیتی تھی۔

ویسے مایوسی سدا نہیں رہتی۔ دائی نے ایک [illegible] کا معائنہ کیا' اس کا سر جو ہمیشہ دائیں سے بائیں ہلتا تھا' اوپر سے نیچے ہل گیا۔ جناب عالی نے خوشی سے بڑک لگائی۔ چوہدرانی نے خوش ہو کر ایک من مٹھائی کا آرڈر دیا۔ اس کی بہن کی بیٹی پہلے ماں بننے والی تھی اور دل کو پورا یقین تھا کہ بیٹا ہی پیدا ہو گا۔

چوہدری عالی حاکم بھی خوش تھا۔ کسی بیٹے کا بھی بیٹا ہوتا تو اس کا ہی پوتا ہوتا مگر ایک ذرا سی سبکی محسوس ہوئی کہ چوہدرانی سے مقابلہ ہار گیا تھا۔ اس کی اپنی بہن کی بیٹی راشدہ کی طرف سے خوش خبری نہیں ملی تھی۔

صاحب عالی کو غصہ نہیں آتا تھا لیکن اس نے سخت لہجے میں راشدہ سے کہا "تم نے میرا سر جھکا دیا ہے۔ اگر جناب عالی ایک کے بعد دوسرے اور تیسرے بیٹے کا باپ بنتا رہا تو فیکٹری کے تمام شیئرز وہی لیتا رہے گا۔"

راشدہ کیا کر سکتی تھی۔ ایسی بدقسمتی میں وہ صرف رو سکتی تھی اور صاحب عالی کے پاس بھی صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ دونوں بھائیوں کے پنڈ میں ایک ہی سرکاری اسپتال تھا۔ بڑا اجڑا ہوا سا خالی خالی اسپتال تھا۔ ڈاکٹر بھی ایسا تھا جو پہلے شہر کے مختلف ڈاکٹروں کے پاس کمپاؤنڈر کا کام کیا کرتا تھا۔ بعد میں اس نے باقاعدہ ایک ڈاکٹر ہونے کا جعلی سرٹیفکیٹ حاصل کر لیا تھا۔ اس کے بعد ایک ایم این اے کی سفارش پر ان دونوں پنڈ کے مشترکہ اسپتال میں اس کی تقرری ہو گئی تھی۔

وہاں تنخواہ تھوڑی تھی مگر آمدنی زیادہ تھی۔ سرکار کی طرف سے دوائیں [illegible] آیا کرتا تھا' ڈاکٹر ان میں سے تھوڑی سی دوائیں اسپتال میں رکھ کر ان میں پانی [illegible] کر پنڈ کے باشندوں کی خدمت کرتا تھا۔ باقی ہزاروں روپے کی دوائیں شہر لے جا کر فروخت کر دیتا تھا۔

حویلی والے ایسے غریب اسپتال میں ایک غریب مریضوں کے غریب ڈاکٹر کو [illegible] کے پاس بھاری ہوتے تو اس کے لئے لیڈی [illegible] ضرورت پیش آئی۔ جناب عالی نے شہر کی ایک معروف [illegible] حاصل کیں۔ شہر سے آنے جانے کے لئے ایک [illegible] مخصوص کر دی اور یہ طے پایا کہ زچگی کے [illegible] حویلی میں دن رات رہے گی۔ [illegible]

جناب عالی کی اپنے پنڈ میں ایک حویلی تھی۔ اس نے کہہ دیا

کہ رخسانہ اب مستقل اس کی حویلی میں رہے گی۔ اپنے سسر چوہدری عالی حاکم کی حویلی میں اس لئے نہیں رہے گی کہ وہاں صاحب عالی اور اس کی بیوی راشدہ رہتی ہے۔ اس نے صاف طور سے یہ اندیشہ ظاہر نہیں کیا کہ بھائی اور بھابی کوئی جادو ٹونا کرا سکتے ہیں یا کسی اور ہتھکنڈے سے اس کے ہونے والے بیٹے کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

وہ ایک بیٹے کا باپ بننے سے پہلے بہت محتاط تھا اور اس سلسلے میں بڑے معقول انتظامات کر رہا تھا۔ ٹھیک دو ہفتے بعد راشدہ کی طرف سے بھی خوش خبری ملی۔ صاحب عالی نے چھوٹے بھائی کی موجودگی میں کہا "دیر آید' درست آید۔ یعنی دیر تک درست ہوتے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ بیٹے کی تیاری میں دیر ہوتی ہی ہے۔ میں بیٹے کا باپ ضرور بنوں گا۔"

اب تو گویا الیکشن والا معاملہ ہو گیا تھا۔ نو ماہ بعد قدرت کی طرف سے ووٹ ملنے والے تھے۔ وہ امیدوار تھے۔ پتا نہیں کس کس کے بیلٹ باکس سے بیٹے کا ووٹ نکلنے والا تھا۔

صاحب عالی نے شہر کی دوسری معروف لیڈی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کیں۔ راشدہ کے لئے بھی شہر سے آنے جانے کے لئے ایک گاڑی مخصوص کر دی اور لیڈی ڈاکٹر سے یہ بھی طے کر لیا کہ زچگی کے دن قریب آئیں گے تو وہ زچہ اور بچہ کی مکمل خیریت تک اس کی حویلی میں دن رات رہے گی۔

اس نے بھی اپنے باپ عالی حاکم کی حویلی چھوڑ دی تھی اور راشدہ کو لے کر اپنے پنڈ کی حویلی میں آگیا تھا کیونکہ باپ کی حویلی میں چھوٹا بھائی جناب عالی آتا جاتا رہتا تھا۔ دونوں بھائیوں نے اپنی اپنی بیویوں کو امیدوار نامزد کر کے انہیں مخالف کیمپ سے دور کر دیا تھا۔

دونوں بھائیوں کے والدین اور ان کی بیویوں کے والدین کے لئے یہ دشواری پیدا ہو گئی تھی کہ انہیں اور خاص طور پر چوہدرانی کو دونوں بیٹوں کے پنڈ روز ہی جانا پڑتا تھا۔ دلہنوں کی مائیں اپنی اپنی بیٹیوں کی دیکھ بھال میں لگی رہتی تھیں۔

دونوں کی حویلیوں کے ایک ایک کمرے میں اچھا خاصا دوا خانہ کھل گیا تھا۔ انہوں نے اپنی اپنی مقررہ لیڈی ڈاکٹر سے کہہ دیا تھا کہ کسی دوا یا انجکشن کی کمی نہ ہو تاکہ بہ وقت ضرورت شہر نہ جانا پڑے۔ زچہ اور بچہ کو نارمل اور صحت مند رکھنے کی ہر دوا حویلی ہی میں منگوا کر رکھ لی گئی تھی۔

دوا لازمی ہوتی ہے۔ انسانوں کے لئے' جانوروں کے لئے اور فصلوں کے لئے اچھے اور برے حالات کے مطابق دوائیں مخصوص ہوتی ہیں۔ گندم کی فصل ہو یا کپاس کی ان میں جس قسم کے کیڑے لگتے ہیں' انہیں مارنے اور فصل کو تباہی سے بچانے کے لئے مختلف دوائیں ہوتی ہیں۔ زرعی شعبے کے ماہرین سمجھاتے ہیں کہ ان دواؤں کی کتنی مقدار پنپتی ہوئی فصل پر اسپرے کرنا چاہئے۔

دوائیں مقدار سے کم ہوں گی تو کیڑے نہیں مریں گے اور مقدار زیادہ ہو گی تو اس کا برا اثر صرف فصل پر ہی نہیں پڑے گا اس کے زہریلے اثرات ماحول کی آلودگی میں بھی اضافہ کریں گے اور ان سے انسانی صحت بھی متاثر ہو گی۔

اسی طرح تجربہ کار لیڈی ڈاکٹرز کسی بھی ماں بننے والی عورت کے لئے خوب سوچ سمجھ کر دواؤں کا انتخاب کرتی ہیں تاکہ بچہ پیدائش کے وقت ہی سے صحت مند رہے۔ دواؤں کا انتخاب غلط ہو گا یا معقول دواؤں کو استعمال کرنے میں کمی بیشی ہو گی تو بچہ کمزور اور بیمار ہو گا۔ لہٰذا عورت ہو یا زمین' اس سے عمدہ فصل اگانے کے لئے دوائیں لازمی ہوتی ہیں۔ ویسے فصل کے لئے کیمیکل فیکٹری ہوتی ہے اور اولاد کے لئے کیمیکل کمپنی۔ نام میں تھوڑا سا فرق ہوتا ہے لیکن کام میں فرق نہیں ہوتا۔ ذمے دارانہ اور غیر ذمے دارانہ کارکردگی کے مطابق نتائج پیش آتے ہیں۔

پہلے رخسانہ کی زچگی کا وقت قریب آیا۔ لیڈی ڈاکٹر نے شام کو بتایا کہ صبح تک زچگی ہو گی۔ چوہدرانی مغرب اور عشا کی نمازوں میں پوتے کے لئے دعائیں مانگنے لگی۔ رخسانہ کی ماں زچگی سے پہلے بیٹی اور نواسے کی سلامتی کا تعویذ لانے پیر صاحب کے پاس چلی گئی۔ حویلی کے باہر جناب عالی ڈھول تاشے اور آتش بازی کے انتظامات کرانے لگا۔

وہ نو ماہ بڑے صبر اور انتظار کے بعد گزرے تھے۔ آدھی رات کے بعد ہی لیڈی ڈاکٹر نے ایک نرس کے ساتھ زچہ کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا اور باہر انتظار کرنے والوں کو بے چین کر دیا تھا۔ رخسانہ کی ماں تسبیح پڑھنے لگی تھی۔ چوہدرانی بھی ٹہلنے لگتی تھی' کبھی تھک کر بیٹھ جاتی تھی۔ آخر بند کمرے سے نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ چوہدرانی خوش ہو کر بولی "بیٹا ہے۔ جب میرے دونوں بیٹے پیدا ہوئے تھے تو بالکل ایسی ہی رونے کی آواز سنائی دی تھی۔"

جناب عالی نے آکر پوچھا "کیا ہوا؟ ڈاکٹر نے کچھ بتایا؟"

اسی وقت ڈاکٹر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر آئی۔ اس کے چہرے سے خوشی ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ جناب عالی نے آگے بڑھ کر پوچھا "بیٹا ہوا ہے؟"

وہ مردہ سے لہجے میں بولی "ہاں بیٹا ہوا ہے مگر ـــــ"

وہ خوش ہو کر بولا "جب بیٹا ہوا ہے تو پھر یہ اگر مگر کس لئے؟"

"نرس بچے کی صفائی کر رہی ہے۔ آپ خود جا کر دیکھ لیں۔"

"ہم سے صبر نہیں ہو رہا ہے۔ کیا بچے کو صفائی کے بعد دیکھیں گے؟"

"آپ سب ابھی جا کر دیکھ لیں۔"

جناب عالی ماں اور ساس کے ساتھ تیزی سے دروازے کو کھول کر اندر پہنچ گیا۔ رخسانہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی۔ پلنگ سے ذرا فاصلے پر نرس ایک پلاسٹک

کے چھوٹے ٹب میں بچے کو نہلانے کے بعد تولیے سے خشک کر رہی تھی پھر اس نے بچے کو ماں کے پاس لٹایا تو سب ہی دل برداشتہ ہو کر دیکھنے لگے۔ بچے کی کھلی ہوئی آنکھوں میں سیاہ پتلیاں نہیں تھیں۔ صرف سفید دیدے تھے۔ جناب عالی نے تڑپ کر پوچھا "اس کی آنکھیں ایسی کیوں ہیں؟"

لیڈی ڈاکٹر نے کہا "بڑے افسوس کی بات ہے۔ یہ اندھا ہے۔"

"نہیں!" رخسانہ کی ماں اور ساس صدمے سے چیخ پڑیں۔ لیڈی ڈاکٹر نے بچے پر سے تولیا ہٹا کر کہا "اس کے دونوں پاؤں پیدائشی ٹیڑھے ہیں۔ شاید یہ بڑا ہو کر چل نہیں پائے گا۔"

جناب عالی منہ پھیر کر بولا "یہ بیٹا ہے؟ کیا بیٹے ایسے ہوتے ہیں؟ ڈاکٹر! یہ کیا تماشا ہے؟"

لیڈی ڈاکٹر نے کہا "سوری، میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ قدرت کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوا کرتا ہے۔"

"ایسا بگڑا اس بچہ تو ہمارے پنڈ کی دائی بھی پیدا کرا سکتی تھی۔ آپ تو شہر کی معروف اور تجربہ کار ڈاکٹر ہیں۔ کیا یہی آپ کی تجربہ کاری اور شہرت ہے۔ میں نے آپ کی شہرت سن کر اپنی دولت پانی کی طرح بہادی ہے اور مجھے اس کے عوض ایک اندھا اور معذور بچہ مل رہا ہے؟"

"آپ ایسے غصہ دکھا رہے ہیں جیسے میں نے اسے اندھا اور معذور بنایا ہے۔ بہتر ہے آپ یہاں کی دائی کو بلالیں۔ میں چلی جاؤں گی۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ سامنے ذرا فاصلے پر اس کا باپ چوہدری عالی حاکم کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا "ہم نے سب کچھ سن لیا ہے۔ خواہ مخواہ لیڈی ڈاکٹر کو غصہ نہ دکھاؤ۔"

وہ ذرا نرم پڑ گیا پھر بولا "ٹھیک ہے لیکن میں نے آپ کی شرط کے مطابق آپ کو ایک پوتا دیا ہے۔"

چوہدری نے کہا "ہمیں ایک مکمل پوتا چاہئے۔ کیا ایک اندھا اور پیروں سے معذور پوتا بڑے ہو کر فیکٹری کی ترقی میں حصہ لے سکے گا۔ وہ تو اس حویلی سے فیکٹری تک کسی سہارے کے بغیر نہیں جا سکے گا۔"

"وہ معذور سہی لیکن بیٹا تو ہے۔"

"بیٹے زندگی کا تمام بوجھ اور والدین کی وراثت کی تمام ذمے داریاں اٹھاتے ہیں۔ یہ تو ایک بیٹی سے بھی گیا گزرا ہے، گھر کا چولہا بھی نہیں جلا سکے گا۔"

چوہدرانی نے آکر بیٹے کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "پتر! حوصلہ کر۔ فصل ایک بار خراب ہوتی ہے۔ اس کی خرابیوں کو سمجھ لیا جائے تو اگلے سال ضرور ہری بھری فصل ہوتی ہے۔ پچھلا نقصان پورا کر دیتی ہے۔"

وہ بولا "خرابی کو سمجھتا کیا ہے۔ زمین میں سیم و تھور ہو تو وہاں کسی طرح کی کاشت نہیں ہوتی۔ اگر جبراً کاشتکاری کی جائے تو یہی نتیجہ سامنے آتا ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ مجھے بیٹا چاہئے۔ عورتیں تو ہزاروں لاکھوں مل جائیں گی پھر میں ایسی عورت کس امید پر رکھوں جس کے اندر خرابی ہے۔ میں اسے طلاق دے رہا ہوں۔"

چوہدرانی نے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "پتر! طلاق کا نام نہ لے۔ وہ میری بہن کی بیٹی ہے۔"

"آپ اپنی بہن کی بیٹی چاہتی ہیں یا اپنے بیٹے کا بیٹا؟ اگر پوتا چاہئے تو کیا اس کے پیدا ہونے کے بعد آپ نے اسے گود میں لیا ہے؟"

چوہدرانی نظریں چرانے لگی۔ توقع کے خلاف ایسا اندھا اور معذور پوتا پیدا ہوا تھا کہ اسے ہاتھ لگانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ پھول وہ ہے جسے گلدان میں سجایا جا سکے۔ اولاد وہ ہے جسے کلیجے سے لگا کر فخر سے دنیا والوں کو دکھایا جا سکے۔

ساس نے کمرے سے نکل کر داماد کے پاس آکر کہا "میں اپنے نواسے کو کلیجے سے لگاؤں گی۔ اسے تم دیکھنا بھی نہیں چاہتے۔ نہ سہی۔ میں اسے لے جاؤں گی۔ اس کی پرورش کروں گی مگر میری بیٹی کا کوئی قصور نہیں ہے' اس سے نفرت نہ کرو۔"

جناب عالی نے کہا "جذباتی رشتے زمین جائداد میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ ہم ایسا وارث چاہتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ زمینوں میں اضافہ کر سکے۔ اب تو صرف زراعت نہیں، فیکٹری کی صورت میں تجارت بھی ہو رہی ہے۔ میں آپ کی طرح رشتوں کو نہیں سمجھتا' زراعت اور تجارت کو سمجھتا ہوں۔ ہم بھائیوں کے درمیان زمین کی تقسیم برابر ہوئی ہے۔ فیکٹری میں برابر کے حصے کے لئے مجھے بیٹا چاہئے۔ میں ایک ہفتے کے اندر دوسری شادی کروں گا۔ آپ نواسے کے ساتھ بیٹی کو بھی لے جائیں۔ وہاں طلاق نامہ پہنچ جائے گا۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا حویلی کے باہر چلا گیا۔ رخسانہ کی ماں اپنی چوہدرانی بہن کا دامن پکڑ کر رونے اور فریاد کرنے لگی۔ لیکن جہاں ڈھول تاشے اور شادیانے بجنے والے ہوں' وہاں درد بھرے گیت خواہ کتنے ہی پُراثر ہوں' بے مزے لگتے ہیں۔ بہن کا سگا رشتہ اور بہن کی بیٹی کو بہو بنائے رکھنے کے ارمان' سب ہی بے مزے ہو گئے تھے۔

پورے پنڈ میں خاموشی چھا گئی تھی۔ باجے بجانے والے اور بھنگڑا ڈالنے والے چلے گئے تھے۔ پنڈ کے کسی گھر میں کوئی کسی بات پر ہنسنا چاہتا تو گھر کے دوسرے اس کا منہ دبا دیتے تھے۔ حویلی میں ماتم ہو تو میلوں دور تک پھیلی ہوئی جاگیر میں کسی کو ہنسنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

جناب عالی ایک دن اور ایک رات کے لئے شکار کھیلنے چلا گیا تھا۔ اس کے باپ عالی حاکم کی دور تک زمینیں تھیں، جو ابھی کسی بیٹے کے نام نہیں کی گئی تھیں۔ ان زمینوں کے متعلق بھی یہ خیال تھا کہ وہ اپنے ہونے والے پوتوں کے نام کرے گا۔ عالی حاکم نے اپنی جوانی میں جاگیر کے ایک پلاٹ پر خوب صورت بنگلا بنوایا تھا جہاں وہ دوپایوں اور چوپایوں کا شکار کھیلتا تھا۔ اب اس کے جوان بیٹے وہاں موج مستیوں کا میلہ لگانے اپنے دوستوں اور رازدار ملازموں کے ساتھ دو چار دن کے لئے جایا کرتے تھے۔

جناب عالی نے اسی شکار گاہ سے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا اور ایک پرچی بھی لکھ دی کہ اس کے حویلی میں واپس آنے سے پہلے رخسانہ کو اپنے زیورات اور تمام ضروری سامان لے کر چلے جانا چاہئے۔ اس نے ماں باپ کو پیغام بھیجا تھا کہ جب تک مطلقہ رخسانہ حویلی سے نہیں جائے گی تب تک وہ شکار گاہ سے واپس نہیں آئے گا اور دوسرا پیغام اس نے اپنی ماں کو لکھا تھا کہ وہ جاگیردار حشمت علی کی بیٹی بلقیس بانو کا رشتہ مانگنے جائے۔ ایک ماہ کے اندر یہ شادی ہونی چاہئے۔

جہاں عالی حاکم کی زمینیں ختم ہوتی تھیں وہاں سے ملک حشمت علی کی زمینیں شروع ہوتی تھیں۔ سیاسی طور پر دونوں کی جاگیریں ایک ہی انتخابی حلقے میں تھیں۔ عالی حاکم کی جاگیر میں جتنے ووٹر تھے وہ سب اپنے جاگیردار کے حکم سے ملک حشمت علی کو ووٹ دے کر اسمبلی میں پہنچاتے تھے اور یہ اتنا بڑا ووٹ بینک تھا کہ حشمت علی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ انکار کی صورت میں مخالف امیدوار وہ ہزاروں ووٹ لے کر کامیاب ہو جاتا۔

اسی شام صاحب عالی اپنے ایک دوست اور ملازموں کے ساتھ اس شکار گاہ میں پہنچ گیا۔ وہ کافی بڑا بنگلا تھا۔ باپ نے اس کے دو حصے کر دیے تھے۔ صاحب عالی نے اپنے حصے میں قیام کیا پھر جناب عالی کے پاس آکر بولا "تم تو جانتے ہو کہ میں صرف چوپایوں کا شکار کھیلنے آتا ہوں لیکن شکار کھیلنا' یہاں ناچ گانے کی محفل سجانا خوشی کے وقت اچھا لگتا ہے لیکن میں تو تم کا بوجھ ہلکا کرنے آیا ہوں کیونکہ تمہارا غم میرا غم ایک ہے۔ آہ! جب سے تمہارا دکھ سنا ہے تب سے دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔"

جناب عالی نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "ہاں! میں خوب سمجھ رہا ہوں۔ تم جلتی پر تیل چھڑک رہے ہو۔ آج تمہیں یہاں جشن منانا چاہئے۔ میں ایک بیٹے کا باپ نہ بن سکا۔"

"تو کیا ہوا؟ گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں۔ زمین اور کسان سلامت رہے تو فصل اگتی رہے گی۔"

"بے شک۔ میں ایک ماہ کے اندر دوسری شادی کروں گا اور ایک بیٹے کا باپ بن کر دکھاؤں گا۔"

"تمہارے جیسے جوان کو جو اس شکار گاہ میں آکر جوانی کا جوہر ضائع کرتا رہتا ہے' باپ بننے کا دعویٰ نہیں کرنا چاہئے۔ پہلے اپنے اعمال کا حساب کرو۔ گناہوں سے توبہ کرو۔ شہر کے کسی اسپیشلسٹ سے معائنہ اور علاج کراؤ۔ اس سے پہلے کوئی وارث پیدا نہیں کر سکو گے۔"

"تم مجھ سے صرف ایک برس بڑے ہو۔ میرے بھائی ہو' باپ نہیں ہو۔ مجھے نصیحت نہ کرو۔ میں اپنا بھلا برا خود سمجھتا ہوں۔"

"تم بہت سمجھدار ہو' میں مانتا ہوں لیکن میری بھی بات مان لو۔ کسی اسپیشلسٹ سے ضرور رجوع کرو۔ میری بات درست نکلے تو میں تمہارے بڑے کام آؤں گا۔ میرے دو بیٹے ہوں گے تو تمہیں ایک بیٹا دے دوں گا۔ تم اسے اپنی ولدیت دے کر اپنا سگا بیٹا بنا کر فیکٹری میں حصہ حاصل کر سکو گے۔"

وہ غصے سے اچھل کر بولا "بکواس مت کرو۔ تم میرے بھائی نہ ہوتے تو خود کو مرد نہ کہنے والے کی زبان کھینچ لیتا۔" پھر وہ اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا "میں مرد ہوں مرد۔ ایک نہیں کئی بیٹوں کا باپ بن کر دکھاؤں گا۔ تم مجھے بیٹا خیرات کرنے آئے ہو یا سیاست کھیلنے آئے ہو؟ کیا میں تمہارے بیٹے کو اپنی ولدیت دوں گا' اسے اپنا بیٹا مشہور کروں گا تو خون میرا ہو جائے گا؟ واہ کیا چالبازی ہے! میری جھولی میں اسے ڈال کر فیکٹری کا مالک اپنے ہی بیٹے کو بناؤ گے۔ میں تمہاری ناک سامنے سے پکڑوں یا گردن کے پیچھے سے گھما کر پکڑوں' آخر وہ تمہاری ہی ناک ہو گی۔ میرے سامنے سکہ اچھال رہے ہو' چت بھی اپنی کر رہے ہو اور پٹ بھی اپنی۔"

وہ غصے میں گرجتا برستا رہا۔ صاحب عالی مسکراتا ہوا چلا گیا۔

دو ہفتے بعد صاحب عالی کی مقرر کردہ لیڈی ڈاکٹر نے کہا "زچگی کا وقت قریب ہے۔ آج شام تک راشدہ بیگم ماں بن جائیں گی۔"

صاحب عالی کی حویلی میں صبح سے گہما گہمی شروع ہو گئی۔ خوشیاں منانے کے انتظامات ہونے لگے۔ راشدہ کی ماں اور دوسرے میکے والے بھی آ گئے۔ چوہدری نے اپنے کمرے میں چوہدرانی کے سامنے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا "وہ میری بہن کی بیٹی ہے۔ ہمارے لئے پوتا پیدا کرے گی۔"

چوہدرانی نے کہا "پوتا کسی بہو سے بھی ہو' ہمارا ہو گا لیکن یہ بات نہ بھولیں، آپ کی بہن نے ساری عمر میں ایک ہی بیٹی راشدہ کو پیدا کیا۔ کوئی بیٹا پیدا نہ کر سکی۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ راشدہ بھی اپنی ماں کی طرح بیٹی کی ماں بنے گی۔ آپ نے خواہ مخواہ فیکٹری کی ملکیت کے لئے پوتوں کی شرط رکھی ہے۔"

"ہم نے کچھ سوچ سمجھ کر ایسا کیا ہے۔ چھوٹے بیٹے جناب عالی کی آوارگی دور تک مشہور ہے۔ بڑا بیٹا صاحب عالی اگرچہ بدنام نہیں ہے لیکن ہم کیا جانیں کہ وہ فیکٹری کے کام سے شہر جا کر کیا گل کھلاتا ہے۔"

"وہ آپ جیسے بہت بڑے جاگیردار کے بیٹے ہیں۔ کیا آپ اپنی جوانی میں بدنام نہیں تھے؟"

"بالکل تھے۔ مگر ہمارے ابا جان نے تم سے نکاح پڑھوا دیا اور صاف کہہ دیا کہ تم سے جو اولاد ہو گی' وہی پوری جاگیر کی مالک ہو گی

باقی ہم جہاں چاہیں تفریح کریں لیکن دوسری کسی سے اولاد پیدا کریں گے تو اس اولاد کو اتنی بڑی جاگیر سے ایک انچ زمین بھی نہیں ملے گی۔ یہی ہم چاہتے ہیں کہ دونوں بیٹے ہماری لاعلمی میں کچھ بھی کریں لیکن دونوں کی بیویاں ہی ہمارے پوتے دیں' کوئی باہر والی عورت ہمارے لئے پوتے نہ لائے۔"

"لیکن ہمارا چھوٹا بیٹا اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہے۔"

"تو کیا ہوا؟ ملک حشمت علی اپنی بیٹی کو ہماری بہو بنانے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ وہ بھی بہت بڑے جاگیردار... خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ ہماری بات سمجھو۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بیٹے حویلی سے باہر خواہ کتنی ہی شادیاں کریں مگر وارث اسی بہو کے بیٹے ہوں گے جسے ہم اپنی خاندانی روایات کے مطابق لائیں گے۔ یہی سوچ کر ہم نے صرف فیکٹری ہی نہیں اپنی باقی زمینیں بھی اپنے مطلوبہ پوتوں کے لئے رکھ چھوڑی ہیں۔"

"آپ نے بہت ہی دانشمندانہ فیصلہ کیا ہے۔ ہمارے بیٹے اپنے اپنے حصے کی آس پاس کی زمینوں سے چاہے کسی کو بھی تھوڑا سا حصہ دے دیں لیکن فیکٹری اور جاگیر کا بڑا حصہ ہماری لائی ہوئی بہوؤں سے ہونے والی اولاد کو ملے گا۔"

"ہمارے چھوٹے بیٹے نے ملک حشمت علی کی بیٹی کو پسند کر کے عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔ اگلے جمعے کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے۔ اللہ کرے آج ادھر بڑی بہو ہمیں ایک پوتا دے' ادھر چھوٹی بہو آئے گی تو انشاء اللہ ہم ایک ہی برس میں دوسرے پوتے کی خوشیاں حاصل کر سکیں گے۔"

لیڈی ڈاکٹر نے کہا تھا کہ شام تک زچگی ہو گی لیکن دوپہر کو ہی کمرے کا دروازہ بند ہو گیا۔ ایک بار پھر تجسس نے شدت اختیار کی کہ پتا نہیں بند دروازے کے پیچھے سے کیا برآمد ہونے والا ہے۔

ہوتا تو وہی ہے جو عمل کا منطقی اور قدرتی نتیجہ ہوتا ہے۔ زراعت کے حوالے سے بھی پڑھایا جاتا ہے کہ انسان جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔ لیڈی ڈاکٹر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر آئی۔ سب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ ذرا پریشان ہو کر بولی۔ "بیٹا ہوا ہے لیکن......"

بیٹے کی اطلاع سن کر خوشی ہوئی لیکن لفظ "لیکن" نے خوشی کے سامنے بریک لگا دیے۔ صاحب عالی نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "آپ خاموش کیوں ہیں؟ بات کیا ہے؟"

"بچہ بہت کمزور ہے۔ اس کے بدن کی کھال بہت ہی پتلی اور جھلی جیسی ہے۔ ہڈیوں سے ایسی لگی ہوئی ہے جیسے بدن میں گوشت نہ ہو......"

سب نے ایک دوسرے کے پیچھے تیزی سے چلتے ہوئے کمرے کے اندر آ کر دیکھا۔ راشدہ پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے پہلو میں ایک نوزائیدہ بچہ ننگا پڑا تھا۔ بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ لگ رہا تھا۔

لیڈی ڈاکٹر نے کہا "میں نے بڑی مشکل سے اور احتیاط سے اس کی صفائی کی ہے۔ یہ بہت کمزور ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو' اسے شہر کے بڑے اسپتال میں لے جانا چاہئے۔ اس کا دل نارمل رفتار سے نہیں دھڑک رہا ہے اور سانسیں بھی مشکل سے لے رہا ہے۔"

عالی حاکم نے حکم دیا۔ "فوراً شہر جانے کے لئے گاڑیاں نکالی جائیں۔"

چوہدرانی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "یا اللہ! میرے پوتے کو سلامتی دے' لمبی عمر دے۔ میں اسے اپنی گود میں لے کر شہر جاؤں گی۔"

یہ ایک دادی کی حسرت تھی کہ وہ اپنے پوتے کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے۔ اس کا ماتھا چومے اور اسے کلیجے سے لگائے لیکن لیڈی ڈاکٹر نے جب ایک دادی کی یہ خواہش سنی تو کہا "ابھی آپ اسے سینے سے نہ لگائیں۔ نازک سے بچے کے بدن پر دباؤ پڑے گا۔ اگر آپ شہر پہنچنے تک اسے اپنے پاس رکھنا چاہتی ہیں تو اسے بڑی احتیاط سے ایک پھول کی طرح اٹھائیں۔"

اپنے پوتے کی اتنی ہی قربت تسلی بخش ہوتی کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھائے رکھتی۔ ملازم نے آ کر بتایا کہ شہر کے اسپتال جانے کے لئے گاڑیاں تیار ہیں تو چوہدرانی اپنی بہو اور پوتے کے قریب آئی۔ اس نے بہو کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا پھر پوتے کو لینے سے پہلے اسے بڑے پیار اور ہمدردی سے دیکھا۔ بچہ خلا میں تک رہا تھا۔ دادی کے اندر وسوسہ سا پیدا ہوا۔ پوتا پلکیں نہیں جھپک رہا تھا۔ وہ بولیں "ڈاکٹر صاحب! یہ پلکیں کیوں نہیں جھپک رہا ہے؟"

لیڈی ڈاکٹر نے چوہدرانی کو ایک طرف ہٹا کر بچے کا معائنہ کیا۔ اسٹیتھواسکوپ سے اس کے دل کی دھڑکنیں دیکھیں پھر تھوڑی دیر تک گم صم سی اس پر جھکی رہی۔ گاڑیاں تیار تھیں۔ صاحب عالی نے کہا "ڈاکٹر صاحب! چلیں۔"

چوہدری عالی حاکم نے کہا "آپ کہہ رہی تھیں' دیر نہیں کرنا چاہئے۔"

لیڈی ڈاکٹر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پاس پڑی ہوئی چادر کو اٹھا کر بچے کے اوپر ڈال دیا۔ اسے سر سے پاؤں تک چھپا دیا جس طرح مردے پر چادر ڈالی جاتی ہے۔ راشدہ نے "نہیں" کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے منہ کو چھپا لیا۔ چوہدرانی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ پیٹتے ہوئے کہا "ہائے میرے نصیب......"

صاحب عالی کمرے سے باہر آ گیا۔ لیڈی ڈاکٹر نے آ کر کہا۔ "آپ کی وائف بالکل صحت مند ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا' بچہ اتنا کمزور کیوں تھا؟ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ بدن کی جلد بالکل جھلی جیسی تھی۔"

صاحب عالی نے کہا "آپ ایک تجربہ کار ڈاکٹر ہیں۔ آپ کو ولادت سے پہلے بچے کی پوزیشن معلوم ہونی چاہیے تھی۔"

"معاف کیجئے گا۔ میں نے کہا تھا کہ شہر لے جا کر الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے بچے کی صحیح پوزیشن معلوم کرنا چاہئے اور زچگی بھی اسپتال میں ہو تو بہتر ہے لیکن آپ کے والد نے کہا کہ ان کے خاندان میں آباؤ اجداد کے زمانے سے بچے حویلی میں پیدا ہوتے آ رہے ہیں۔ وہ اس خاندانی روایت کو برقرار رکھیں گے۔"

چوہدری عالی حاکم ان کے پیچھے کھڑا سن رہا تھا۔ اس نے آگے آ کر کہا "بے شک۔ ہم نے ایسا کہا تھا لیکن ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک صحت مند ماں کا بچہ ایسا لاغر اور ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو گا۔"

لیڈی ڈاکٹر نے کہا "میں نے راشدہ بیگم کا خون وغیرہ سب ہی کچھ ٹیسٹ کیا ہے۔ زچہ میں کسی قسم کی خرابی نہیں ہے۔"

صاحب عالی کو اپنی توہین کا احساس ہوا۔ وہ غصے سے بولا۔ "اس بچہ پیدا کرنے والی میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ یعنی کہ ساری خرابیاں مجھ میں ہیں۔ میں ناکارہ ہوں۔ میرے خون میں خرابی ہے۔"

"میں صرف زچہ کی بات کر رہی ہوں۔ میں نے ہر پہلو سے آپ کی وائف کا میڈیکل چیک اپ کیا ہے۔ اینڈ ٹی از پرفیکٹلی رائٹ۔ میں نے یا کسی ڈاکٹر نے آپ کا چیک اپ نہیں کیا ہے۔ آپ کو طیش میں نہیں آنا چاہئے۔ دانشمندی کا تقاضا ہے کہ آدمی پہلے اپنے اندر کی کمزوری کا سراغ لگائے۔ اپنے اندر کی کمزوری کو سمجھنا اور تسلیم کرنا' سب سے مشکل کام ہوتا ہے۔"

صاحب عالی نے اسے گھور کر دیکھا پھر وہاں سے تیزی سے چلتا ہوا حویلی کے باہر چلا گیا۔ بچے کے کفن دفن کے وقت پتا چلا کہ باپ شکار گاہ کی طرف چلا گیا ہے۔

وہ شکار کھیلنے نہیں گیا تھا۔ صرف اپنے ایک خاص ملازم کو لے گیا تھا۔ اس بنگلے میں بیٹھ کر وہ آدھی رات تک پیتا رہا اور سوچتا رہا۔ دل نہیں مانتا تھا کہ اس کے اندر کوئی خرابی ہے۔ کچھ ایسی ہی خرابی جو چھوٹے بھائی جناب عالی کے اندر ہے۔ کیا یہ خرابی انہیں باپ دادا سے نہیں ملی ہے؟ نہیں' بزرگوں میں ایسی خرابی ہوتی تو وہ دونوں بھائی بھی ٹیڑھے میڑھے' اپاہج یا ہڈیوں کے ڈھانچے بن کر پیدا ہوتے اور شاید اب تک زندہ نہ رہتے۔

دونوں بھائیوں میں جو نقص پیدا ہوا تھا' وہ ورثے میں نہیں ملا تھا۔ اگر ایسے نقائص بدکاری کے سبب پیدا ہوتے ہیں تو پھر صاحب عالی نے کبھی گناہ نہیں کیا تھا۔ وہ ایک آئیڈیل محبوبہ کا منتظر رہتا تھا۔ اس کے برعکس چھوٹا بھائی جناب عالی عیاش تھا۔ اس میں طرح طرح کے نقائص ہو سکتے تھے۔ حالات کا یوں تجزیہ کرنے کے بعد صاحب عالی یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اس کے اندر کوئی خرابی ہے۔

وہ رات کو دیر سے سویا' صبح دیر تک سوتا رہا۔ دروازے پر دستک سن کر آنکھ کھلی۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اس نے بستر پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "آ جاؤ۔"

دروازہ کھلا۔ وہاں جناب عالی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے چھوٹے بھائی کو دیکھ کر کہا "اچھا تو تم ہو؟"

وہ قریب آ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "ہاں کوئی تماشا دیکھنے نہیں آیا ہوں۔ جس طرح تم میرے غم میں شریک ہونے آئے تھے اسی طرح میں افسوس کرنے آیا ہوں۔ سنا ہے' چاند کا ٹکڑا پیدا ہوا تھا مگر پیدا ہوتے ہی گرہن لگ گیا اور یہ بھی سنا ہے کہ لیڈی ڈاکٹر تمہیں میڈیکل چیک اپ کا مشورہ دے رہی ہے۔"

وہ بولا "ہم دونوں کا معاملہ ایک ہے۔ اگر تم میڈیکل چیک اپ کرانے سے پہلے دوسری شادی کرو گے تو دوسری بار بھی باپ بن کر تماشا بن جاؤ گے۔"

"اور اگر تماشا نہ بنا' ایک صحت مند بیٹے کا باپ بنا یا دو' آئندہ بھی دوسرے تیسرے بیٹے کا باپ بنتا رہا تو اپنا ایک بیٹا تمہیں دے دوں گا۔ تم اسے باپ کے طور پر اپنا نام دو گے پھر فیکٹری میں اپنے اس بیٹے کا حصہ حاصل کرو گے۔"

"میری باتیں میرے منہ پر مارتے ہو؟ اس وقت اچھے لگو گے جب باپ بن جاؤ گے۔ میں نے کہا تھا' گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں۔ ابھی ہم دونوں ایک ایک بار گرے ہیں۔ کوئی بات نہیں' آئندہ بھی مواقع ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے تم بھی میری طرح دوسری شادی کرو گے؟"

"تم نے پہلی بیوی کو طلاق دے کر حماقت کی ہے۔ میں ایسا نہیں کروں گا کیونکہ وہ میڈیکل رپورٹ کے مطابق ماں بننے کے قابل ہے۔"

"ایسا کہہ کر تم اعتراف کر رہے ہو کہ خود باپ بننے کے قابل نہیں ہو۔"

"میں اعتراف نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے ایسے کئی کیس دیکھے ہیں کہ پہلی اولاد نارمل نہیں ہوتی۔ اس میں کچھ نقص ہوتے ہیں مگر اس کے بعد اولاد نارمل پیدا ہونے لگتی ہے۔"

وہ ہنستا ہوا کرسی سے اٹھا پھر دروازے کے پاس جا کر بولا "میں تمہاری چالبازی خوب سمجھتا ہوں۔ تم ابا کو خوش کرنے کے لئے راشدہ بھابی کو طلاق نہیں دو گے کیونکہ وہ ہماری پھوپھی یعنی ابا کی بہن کی صاحب زادی ہیں۔"

وہ دروازے کے باہر گیا پھر وہاں سے بولا "ایک ہی دروازے پر تمہاری سوئی اٹکی رہے گی تو میرا بھلا ہو گا۔ میں دوسری شادی کے بعد بیٹوں کا باپ بنتا رہوں گا۔"

وہ ہنستا ہوا چلا گیا۔ صاحب عالی نے اٹھ کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کیا پھر اپنے خاص ملازم کے ساتھ حویلی پہنچ گیا۔ ماں نے پوچھا "کہاں چلے گئے تھے؟ کہیں کوئی فیصلہ کرنے گئے ہوئے تھے۔"

اس نے پوچھا "کیسا فیصلہ؟"
چوہدری عالی حاکم نے کہا "تمہاری ماں چاہتی ہے کہ جناب عالی نے ان کی بہن کی بیٹی رخسانہ کو طلاق دی۔ اب تم میری بہن کی بیٹی راشدہ کو طلاق دو۔"
اس نے ماں کو دیکھ کر پوچھا "بے بے! راشدہ کا کیا قصور ہے؟"
چوہدرانی نے کہا "وہ تمہارے لئے بھی ایک بیٹا بھی پیدا نہیں کر سکے گی۔"
"آپ نہیں جانتی ہیں۔ وہ میڈیکل رپورٹ کے مطابق ماں بننے کے قابل ہے۔"
"اور تم قابل نہیں ہو؟"
"میں خود کو بھی نہیں کہہ رہا ہوں۔ اگر پہلا بچہ نہیں رہا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں آئندہ باپ نہیں بن سکوں گا۔"
باپ نے اس کی پیٹھ ٹھونک کر کہا "شاباش! تم جناب عالی کی طرح غصے میں آ کر غلط فیصلہ نہیں کر رہے ہو۔"
چوہدرانی نے کہا "آپ ضرور شاباشی دیں گے کیونکہ آپ کی بہن کی بیٹی کو طلاق نہیں دی جا رہی ہے۔"
چوہدری عالی حاکم مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے ہنسنے لگا۔ صاحب عالی وہاں سے اپنے کمرے میں آیا۔ راشدہ بستر کے سرہانے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بولا "کل میں دل برداشتہ ہو کر چلا گیا تھا۔ مجھے افسوس ہے۔ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"
"ٹھیک ہے۔ میں آپ کے فیصلے کا انتظار کر رہی ہوں۔"
"کیا مشکل ہے۔ جناب عالی نے ایک حماقت کی تھی۔ اب سب ہی میری طرف سے ہونے والی حماقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا میں تمہیں احمق نظر آتا ہوں؟"
"نہیں! اچھے خاصے ذہین لوگ بھی غلطیاں کرتے ہیں۔"
"میڈیکل رپورٹ کے مطابق تمہارے اندر کوئی خرابی نہیں ہے اس لئے میں کوئی غلطی نہیں کروں گا۔"
"میں بڑی خوش نصیب ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ میری ایک بات مان لیں گے۔"
"تم کیا چاہتی ہو؟"
"یہ کہ آپ اپنا مکمل میڈیکل چیک اپ کرائیں۔"
"کیوں کراؤں؟"
"ہماری آئندہ اولاد کی زندگی اور سلامتی کے لئے۔"
"دیکھو راشدہ! تقدیر کو منظور نہیں تھا اس لئے ایک اولاد ضائع ہو گئی۔ یہ ضروری تو نہیں ہے کہ دوبارہ بھی ایسا ہی ہو گا۔"
"ضروری نہیں ہے لیکن آپ کو اپنی ذات سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے اور میڈیکل رپورٹ کے ذریعے مجھے بھی حوصلہ اور یقین دلانا چاہئے کہ آپ کے بھائی کی اولاد اور ہماری اولاد کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ آئندہ نہیں ہو گا۔"
"میں یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ جناب عالی بدکار ہے۔ اس کے ساتھ ایسا ہوتا رہے گا۔"
"ضروری نہیں ہے کہ بدکار مرد میں ہی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ خرابی کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔"
"مثلاً مجھ میں خرابی کا کیا سبب ہو سکتا ہے؟"
"یہی تو میڈیکل رپورٹ سے واضح ہو گا۔"
وہ جھنجلا کر بولا "تم میڈیکل رپورٹ کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو۔ کیوں میری توہین کر رہی ہو؟ کیا تم دوسری اولاد ہونے کا انتظار نہیں کر سکتیں؟"
"میں نو ماہ تک جن تکالیف اور ذہنی اذیتوں سے گزرتی رہی ہوں انہیں میں جانتی ہوں یا میرا خدا جانتا ہے۔"
"دنیا کی ہر ماں بننے والی عورت ایسے مراحل سے گزرتی ہے۔"
"لیکن ذہنی اذیت سے نہیں گزرتی۔ میں محسوس کرتی تھی جیسے میرے اندر زہر پھیل رہا ہے۔ میں لیڈی ڈاکٹر کو اپنے احساسات بتاتی تھی۔ ابتدا میں اس نے دوائیں دیں تو آرام آتا رہا۔ آخری مہینے میں ڈاکٹر نے مجھے شہر لے جانے، الٹرا ساؤنڈ کرانے اور وہیں زچگی کرانے کا مشورہ دیا لیکن آپ سب نے حتمی فیصلہ سنا دیا کہ اسی حویلی میں مجھے اور بچے کو مرنا ہے۔ میں تو بچ گئی وہ معصوم خاندانی روایت کے مطابق حویلی میں پیدا ہو کر زندگی نہ پا سکا۔"
"تم درست کہتی ہو۔ لیکن ان باتوں کا میرے میڈیکل چیک اپ سے کیا تعلق ہے؟"
"آپ خود سمجھیں کہ میں اپنے اندر نامعلوم سی زہریلی تکلیف کیوں محسوس کرتی تھی؟ اس زہر نے بچے کو ہڈیوں کا ڈھانچا کیوں بنا دیا تھا؟"
"یہ تمہارا وہم ہے کہ میری کسی خرابی سے ایسا ہوا ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ آپ میرا وہم سمجھ لیں لیکن آئندہ میں اپنے دوسرے بچے کو قتل نہیں ہونے دوں گی۔"
"اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"
"آپ اسے بکواس کہہ لیں مگر آپ جب تک طبی معائنہ نہیں کرائیں گے تب تک ہمارے درمیان فاصلہ رہے گا۔ معائنہ کرانے کے بعد ہی آپ مجھ سے بیوی کے تمام حقوق حاصل کر سکیں گے۔"
"کیا تم اس لئے سر پر چڑھ رہی ہو کہ میں نے تمہیں طلاق نہیں دی ہے؟"
"میں صرف ایک بات جانتی ہوں کہ آئندہ اپنے بچے کو مرنے نہیں دوں گی۔"
"یہ تمہارا فیصلہ ہے کہ میں طبی معائنے سے انکار کرتا رہوں گا تو تم مجھ سے دور رہو گی۔"
"آپ سے ایک التجا ہے کہ مجھے طلاق نہ دیں۔ ہم اسی حویلی کی چھت کے نیچے رہیں گے لیکن کمرے الگ الگ ہوں گے۔ میں آپ کی ہر طرح خدمت کروں گی صرف ازدواجی حقوق ادا نہیں کروں گی۔"
صاحب عالی تھوڑی دیر تک اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا "اگر تم ایسا چاہتی ہو تو یہی کروں گا لیکن تم ایک بات بھول رہی ہو کہ جب سمندر سے پیاسے کو شبنم بھی نہیں ملے گی تو وہ دوسرے ساحل پر جائے گا۔"
"میں نادان نہیں ہوں۔ جانتی ہوں کہ مرد روٹی کا بھوکا رہ سکتا ہے عورت کا نہیں۔ کوئی عورت سوکن کو برداشت نہیں کرتی اس لئے ایک اور التجا ہے۔ اگر آپ دوسری شادی کریں تو سوکن کو اس حویلی میں نہ لائیں۔ کبھی لانا بھی چاہیں تو پہلے مجھے کسی دوسری جگہ منتقل کر دیں۔"
"تمہاری یہ باتیں بھی منظور ہیں مگر تمہیں بعد میں غلطی کا احساس ہو گا۔ صرف میرے طبی معائنے سے انکار کے باعث تم سوکن کو بھی برداشت کرنے والی ہو۔"
"میں صرف آپ کی بھلائی چاہتی ہوں۔ آپ کو صاحب اولاد دیکھنا چاہتی ہوں۔ میری خواہش ہے کہ آپ کے اندر کوئی خرابی ہے تو وہ ڈاکٹروں کے علاج سے ختم ہو جائے۔ ہو سکتا ہے دوسری بیوی بھی میری طرح ایسے ہی المیے سے گزرے اور آپ کو قائل کرے کہ آپ کے لئے طبی معائنہ لازمی ہے۔"
اس نے ایک انگلی دکھا کر کہا "صرف ایک بچے کے ضائع ہونے سے تم دوسری بار ماں بننے کے خیال سے سہم گئی ہو۔ یہ میں ثابت کروں گا اور تمہیں صاحب اولاد بن کر دکھاؤں گا۔"
یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا پھر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ ایسے وقت وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اس کی خیالی محبوبہ اس کی زندگی میں آنے والی ہے اس لئے تقدیر دوسری شادی کا راستہ ہموار کر رہی ہے۔
دوسری شادی میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ یہ کشش ہواؤں میں اڑاتی ہے کہ نئی عورت، نئی محبت، نئی ادائیں اور رومانی ماحول کوئی خواب نہیں ہے، یہ سب کچھ ملنے والا ہے۔ جاگیردار ملک حشمت علی نے چوہدری عالی حاکم سے کہا "ہمارے دیرینہ تعلقات رہے ہیں۔ آپ اپنے علاقے کے تمام ووٹ میری جھولی میں ڈالتے ہیں اور میں آپ کو حکومت سے بڑی مراعات دلاتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ اب ہمارے درمیان جو رشتے داری قائم ہونے والی ہے وہ کسی پہلو سے کمزور ہو۔ ہمیں اسے بہت مضبوط بنانا چاہئے۔"
عالی حاکم نے کہا "بے شک۔ میرا بیٹا آپ کا داماد بنے گا۔ اس سے زیادہ مضبوط رشتہ اور کیا ہو سکتا ہے۔"
"آپ جانتے ہیں میری بیٹی دس برس تک امریکا میں رہ کر آئی ہے۔ وہاں کے ماحول کے مطابق آزاد خیال ہے۔ وہ پہلے آپ کے صاحب زادے سے ملنا اور ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھنا چاہتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں، یہ اچھی بات ہے۔ ایک دوسرے کو پہلے سے اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو بعد میں کسی طرح کی بھی رنجش پیدا نہیں ہوتی۔"
"درست ہے۔ ہمیں بدلتے ہوئے وقت اور حالات کے مطابق چلنا چاہئے۔ ہمارا زمانہ اب نہیں رہا کہ ماں باپ اپنی مرضی سے کسی کو دلہن بنا کر لائے اور دلہا میاں نے سہاگ کی سیج پر گھونگھٹ اٹھا کر دیکھا کہ گوری ہے یا کالی؟ پھر رفتہ رفتہ پتا چلا کہ خوش مزاج ہے یا بد مزاج؟ اس لحاظ سے یہ نیا دور اچھا ہے۔ لڑکیاں اور لڑکے شادی سے پہلے ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھ لیتے ہیں۔"
"تو پھر آپ جناب عالی کو کل ہماری حویلی میں بھیج دیں۔ وہ ہمارے ساتھ لنچ کریں گے پھر شام تک رہ کر چلے جائیں گے۔"
جناب عالی بزرگوں کی اجازت سے دوسرے دن گیارہ بجے ملک حشمت علی کی حویلی میں پہنچ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ہونے والے ساس سسر اس کا استقبال کریں گے لیکن ایک نہایت ہی ماڈرن اور اسمارٹ دوشیزہ نے حویلی سے باہر آ کر کہا "ہیلو! ابھی ملازم نے بتایا ہے کہ آپ مسٹر جناب عالی ہیں۔"
وہ اپنی کار کا دروازہ بند کرتے ہوئے بولا "جی ہاں۔ میں ہوں جناب عالی اور آپ شاید بلقیس بانو ہیں۔"
وہ بولی "واٹ بلقیس بانو؟ یہ بہت اولڈ اور بیک ورڈ نیم ہے۔ اسٹیٹس میں میرے بوائے فرینڈ مجھے بلی کس کہتے تھے۔ اس کا مطلب ہے بلی کس کرو۔ یعنی چوم لو۔ کتنا رومینٹک نیم ہے نا؟"
وہ ذرا گڑبڑا گیا پھر سنبھل کر بولا "ہاں۔ بہت رومانی نام ہے اور آپ کے نام ہی جو کشش ہے، یہ کسی کی دعوت دیتا ہے۔ آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"
وہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا کر بولی "تھینک یو۔ شیک ہینڈ کرتے وقت کہتے ہیں کہ مجھے تم سے مل کر خوشی ہوئی۔"
اس نے گورے گورے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"
"آپ نہیں، تم۔ آئی ڈونٹ لائیک فارمیلٹی۔ دوست یا لائف پارٹنر کے درمیان تکلف نہیں رہنا چاہئے۔ ایک دوسرے کو تم سے مخاطب کرنا چاہئے۔"
وہ جس ماحول کا پروردہ تھا وہاں عورت کو اور خصوصاً بیویوں کو آپ کہہ کر سر پر نہیں چڑھایا جاتا تھا۔ لیکن بلی کی ماڈرن اداؤں کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ اگرچہ وہ حسن کا کوئی شاہکار نہیں تھی، عام حسین دوشیزاؤں جیسی تھی۔ چہرے پر فارن میک اپ تھا۔ کسی فارن ہیئر ڈریسر نے اس کی زلفوں کو شانوں تک تراش کر سنہرے رنگ میں تبدیل کیا تھا۔ اس کے ناز و انداز میں اب پنجاب کا حسن نہیں رہا تھا۔ وہ کسی کو بھی مسحور کرنے اور اپنی طرف کھینچ لینے والی

مغربی اداؤں سے مالا مال تھی۔ یوں بھی پاکستانیوں کو فارن کا آئٹم زیادہ پسند آتا ہے۔ مال باہر سے آیا ہو تو اسے ہر قیمت پر حاصل کیا جاتا ہے۔

وہ اندر ہی اندر اس لئے بھی اس کا طالب ہو رہا تھا کہ بڑے سے بڑے جاگیردار کی حویلی میں ایسا فارن کا مال نہیں ہوگا جس کا ڈھانچا پاکستانی ہو اور اندر کا تمام مال مسالا امریکی ہو۔ کسی کی حویلی میں کوئی نئی انوکھی، مہنگی اور دیدہ زیب چیز آجائے تو سیکڑوں ہزاروں میل کی دوری تک تمام جاگیرداروں کی محفلوں میں اس کا چرچا ہونے لگتا ہے۔ اس طرح ایک شان ہوتی ہے کہ جو لاجواب چیز اپنے پاس ہے وہ بڑے بڑوں کے پاس نہیں ہے۔

وہ باتیں کرتے ہوئے اسے اپنے اسٹڈی روم میں لے آئی پھر بولی "اس کمرے کا ڈیکوریشن پہلے بالکل پاکستانی اولڈ فیشن کا تھا۔ میں نے چینج کر کے اسے ماڈرنائز کیا ہے۔ یہ اسٹڈی روم کیسا لگ رہا ہے؟"

"بہت خوب صورت ہے۔ میں نے امریکن فلموں میں ایسے اسٹڈی روم دیکھے ہیں۔"

"ہیو یو ریسٹ اینڈ واٹ ڈو یو لائیک ان ڈرنک۔"

"جی؟" اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے لیلی کا منہ دیکھا۔ وہ بولی۔ "اوہ! میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم انگریزی سمجھ سکتے ہو، نہ بول سکتے ہو۔"

اسے اپنی ہونے والی بیوی کے سامنے شدت سے کمتری کا احساس ہوا۔ وہ بولا "ہاں۔ وہ بات یہ ہے کہ جاگیرداری کی مصروفیات نے مجھے آٹھ جماعتوں سے زیادہ پڑھنے کا موقع نہیں دیا۔"

"نو پرابلم۔ میں تمہیں ایک ماہ کے اندر سمجھنا اور بولنا سکھادوں گی۔ ایز یو نو (جیسا کہ تم جانتے ہو) میرے پاپا ایم این اے ہیں۔ ہم اکثر اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں سیاست دانوں اور بیوروکریٹس کی ہائی سوسائٹی میں انگریزی زیادہ بولی جاتی ہے۔ ایسی جگہ تم اردو پنجابی بولو گے تو تمہارے ساتھ میں بھی تماشا بن جاؤں گی۔ ڈو یو فالو می؟" (کیا میری بات سمجھ رہے ہو؟)

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا "یس فالو۔ فالو۔ ہاں فالو۔۔۔"

وہ ہنسنے لگی۔ شانوں پر پڑی ہوئی زلفوں سے کھیلتے ہوئے ہنسنے کے انداز میں ایک دلکشی تھی۔ وہ بہت اونچی شے تھی جسے وہ حاصل کرنے آیا تھا۔ کیڑے مار دواؤں کی فیکٹری ہو یا ٹیکسٹائل انڈسٹری، ان کی جو مشینیں باہر سے آتی ہیں وہ بہترین کوالٹی کا مال پیدا کرتی ہیں۔ لیلی کس سے بھی یہی توقع تھی کہ وہ کوئی ٹیڑھا میڑھا اور اپاہج نہیں بلکہ اعلیٰ کوالٹی کا بیٹا پیدا کرے گی۔

وہ اس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے لباس سے بہت ہی مسحور کن خوشبو آرہی تھی۔ اس نے کہا "میں نے کمرے میں آتے ہی پوچھا تھا، واٹ ڈو یو لائیک ان ڈرنک۔ اس کے معنی ہیں تم کیا پینا پسند کرو گے۔ اونچی سوسائٹی کا یہ ایٹی کیٹ ہے کہ میزبان سے پینے کے لئے اس کی پسند پوچھی جاتی ہے کیونکہ کوئی وائن پسند کرتا ہے، کوئی وہسکی اور کوئی شیمپین۔ میں تو لنچ سے پہلے شیمپین کا ایک چھوٹا سا پیگ لیتی ہوں۔ تم بتاؤ۔"

وہ بولا "میں جیون ساتھی بننے آیا ہوں اس لئے شیمپین میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا۔"

وہ خوش ہو کر دوسرے کمرے میں گئی پھر وہاں سے شیشے کے نازک سے جام میں دو چھوٹے چھوٹے پیگ بنا کر لے آئی۔ ایک جام اسے دیا۔ دونوں نے چیئرز کہہ کر جام ٹکرائے۔ وہ ایک گھونٹ پی کر بولی "پاپا نے بتایا ہے کہ تم نے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔"

وہ ذرا ہچکچایا پھر بولا "میں مجبور تھا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "خود کو گلٹی یعنی خطاوار سمجھ کر صفائی پیش نہ کرو۔ یورپ اور امریکا میں طلاق کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میاں بیوی میں ایڈجسٹمنٹ نہ ہو، ایک دوسرے کے مزاج کے خلاف بات ہو جائے تو طلاق ہو جاتی ہے۔ ہمارے درمیان بھی کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوگا۔ ہم ایک دوسرے کو پسند کر کے شادی کریں گے۔ بعد میں یہ پسند ناپسندیدگی میں تبدیل ہوگی تو کسی حیل و حجت کے بغیر طلاق لے دے کر الگ ہو جائیں گے۔"

مرد تو یہی چاہتا ہے کہ عورت گلے کا پھندا نہ بنے۔ اس نے خوش ہو کر کہا "لیلی! تم بہت لانگ مائنڈڈ ہو۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی "لانگ مائنڈڈ نہیں، براڈ مائنڈڈ کہا جاتا ہے۔"

وہ جھینپ کر بولا "میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ میں ایک آدھ ماہ میں تم سے انگریزی سمجھنا اور بولنا سیکھ جاؤں گا۔"

"میں چاہتی ہوں، ہم شادی سے پہلے چند اہم معاملات طے کر لیں۔ میری کچھ شرائط ہیں جنہیں میں نے کورٹ پیپر پر لکھ لیا ہے۔ تم وہ کاغذ پڑھ لو۔ منظور ہو تو اس پر دستخط کردو۔ تم چاہو تو اپنی شرائط علیحدہ کورٹ پیپر پر لکھ کر مجھ سے دستخط کرا سکتے ہو۔"

اس نے کہا "میری تو ایک ہی شرط ہے کہ میری شریکِ حیات مجھے بیٹے کا باپ بنائے کیونکہ بیٹا ہوگا تو میری زمینوں میں اضافہ ہوگا اور جتنے بیٹے ہوں گے، کیمیکل فیکٹری میں اتنا ہی زیادہ حصہ ہمیں ملے گا۔"

"یہ میں سن چکی ہوں۔ تمہارے فادر نے میرے پاپا کو بتا دیا ہے کہ وہ اپنی جاگیر سے دونوں بیٹوں کو برابر برابر حصہ دے چکے ہیں۔ اب جو زمینیں اور فیکٹری رہ گئی ہیں، وہ سب پوتوں کے نام کی جائیں گی۔ میں نے ان تمام باتوں کے پیش نظر جو شرائط لکھی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے گا تو تم اس فیکٹری میں اور اپنے فادر کی زمینوں میں اپنے بھائی سے زیادہ حصے حاصل کرتے رہو گے۔ میں ابھی وہ شرائط نامہ دکھاتی ہوں۔"

وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی پھر وہاں سے ایک فائل لے کر آئی۔ اس میں کورٹ پیپرز پر لکھی ہوئی شرائط تھیں۔ وہ شرائط یا معاہدہ دو صفحات پر مشتمل تھا اور انگریزی زبان میں لکھا ہوا تھا۔ جناب عالی نے انہیں دیکھا پھر قدرے ندامت سے کہا "میں اسے ہجے کر کے پڑھ سکوں گا لیکن سمجھ نہیں سکوں گا۔"

"کل تمہارے فادر کے ساتھ آنے والے منشی نے پڑھ لیا تھا اور تمہارے فادر نے سن کر اور سمجھ کر اس پر دستخط کئے تھے۔ کیا تم اپنے فادر کے دستخط پہچانتے ہو؟ اور یہ میرے پاپا کے دستخط ہیں۔"

"ہاں۔ یہ میرے ابا کے دستخط ہیں۔ اب اس میں کیا لکھا ہے، یہ تم پڑھ کر مجھے سمجھا دو۔"

اس نے جناب عالی سے صفحات لے کر کہا "اس میں لکھا گیا ہے کہ صحت مند نسل پیدا کرنے کے لیے ماں اور باپ کا صحت مند ہونا ضروری ہے۔ میرا یعنی بلقیس بانو بنت ملک حشمت علی کا میڈیکل چیک اپ کرایا جا چکا ہے۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق بلقیس بانو جسمانی اور ذہنی طور پر صحت مند اور نارمل ہے۔ یہ ایک کامیاب ازدواجی زندگی گزار سکتی ہے۔ اس سلسلے کی تمام میڈیکل رپورٹس بلقیس بانو کے والدین کے پاس محفوظ ہیں اور ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں جناب عالی ولد چوہدری عالی جاکم کے حوالے کی جارہی ہیں۔"

بلقیس عرف لیلی کس نے فائل سے وہ فوٹو اسٹیٹ کاپیاں نکال کر جناب عالی کے ہاتھوں میں دیں پھر کہا "اس میڈیکل رپورٹ کو اپنے پاس رکھو اور کسی بھی بڑے ڈاکٹر سے تصدیق کرالو۔ مجھ میں ازدواجی زندگی گزارنے اور ایک صحت مند بچے کی ماں بننے کے سلسلے میں کوئی خامی نہیں ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "مجھے یقین ہے۔ جب یہ میڈیکل رپورٹ تمہیں ہر اعتبار سے صحت مند اور خامیوں سے پاک کہہ رہی ہے تو پھر یہ درست ہی ہوگا۔"

"جس معاہدے پر تمہارے فادر نے دستخط کیے ہیں اس میں لکھا ہوا ہے کہ بلقیس بانو کی طرح جناب عالی کو بھی اپنا میڈیکل چیک اپ کرانا چاہیے۔"

وہ چونک کر بولا "مجھے؟ مجھے کیوں؟ مجھ میں تو کوئی خامی نہیں ہے۔ جیسے دوسروں میں کوئی نہ کوئی بیماری جڑ پکڑتی ہے یا کوئی بیماری ابتدا میں اپنے آثار ظاہر کرتی ہے، ایسی کوئی بیماری مجھ میں نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ موسم کی تبدیلی سے کبھی نزلہ زکام یا بخار ہوتا ہے پھر میں دوسرے دن بالکل ٹھیک ہو جاتا ہوں۔"

"جب تمہیں پورا یقین ہے تو پھر معاہدے کے مطابق چیک اپ کرالو۔ اس معاہدے میں لکھی ہوئی شرط پوری کرنے کے لیے اپنے حق میں ایک میڈیکل رپورٹ حاصل کرلو۔"

"دیکھو یہ شرط نہ رکھو۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ میری مردانگی کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ یہ چیک اپ والی بات میرے بھائی کو معلوم ہوگی، میرے رشتے داروں اور دوسرے جاگیرداروں تک یہ خبر پہنچے گی کہ میں کسی سے شادی کرنے سے پہلے ڈاکٹروں کے پاس جارہا ہوں تو لوگ اسے نہیں سمجھیں گے بلکہ پیٹھ پیچھے طعنے دیں گے کہ میں مرد بننے کے لیے ستر سالہ نیازی بابا سے جڑی بوٹیاں لے کر استعمال کر رہا ہوں۔"

"تم چیک اپ نہ کرانے کے سلسلے میں ہزاروں دلائل دو لیکن معاہدہ تو یہی رہے گا۔ رخسانہ تمہاری ایک ناخواندہ بیوی تھی۔ اگر تعلیم یافتہ اور باشعور ہوتی تو اپنا میڈیکل چیک اپ کراتی۔ اگر اس کے طبی معائنے کی رپورٹ اسے صحت مند قرار دیتی تو تم خامیوں سے بھرپور سمجھے جاتے لیکن میں تمہاری میڈیکل رپورٹ پڑھے بغیر ازدواجی رشتہ قائم نہیں کروں گی۔"

"کیا تم مجھ سے شادی کرنے سے انکار کرو گی؟"

"میں نے آج تم سے ملنے سے پہلے تمہاری کئی تصویریں پاپا کے ذریعے حاصل کی تھیں اور یہ سوچ لیا تھا کہ شادی کروں گی تو تم سے ورنہ امریکا واپس چلی جاؤں گی۔"

جناب عالی کا سینہ فخر سے پھول گیا کہ ایک پاک امریکن حسینہ صرف اس کی تصویروں کو دیکھ کر اس پر مرمٹی تھی۔ وہ بولا "جب تم نے مجھ سے شادی کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو خواہ مخواہ کیوں ایسا معاہدہ کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ پہلے کی طرح اولاد ابنارمل ہو تو الزام مجھ پر نہ آئے۔ یہ فیصلہ تم پر ہے کہ اس معاہدے کے مطابق شادی کرنا چاہتے ہو یا نہیں؟"

"مجھے سوچنے کی مہلت دو۔"

"مہلت کہاں ہے۔ بزرگوں نے شادی کے لیے جمعے کا دن مقرر کیا ہے۔ صرف چار دن رہ گئے ہیں۔ شادی سے پہلے مہندی ابٹن کی کچھ رسمیں بھی ہوں گی۔ تم ہی بتاؤ کیا سوچنے کا وقت رہ گیا ہے؟"

"پھر تو میڈیکل چیک اپ کا وقت بھی نہیں رہا ہے۔ رپورٹ حاصل کرنے میں ہفتے دو ہفتے لگ جائیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ شادی اپنے وقت پر ہوگی لیکن جب تک رپورٹ حاصل نہیں ہوگی تب تک ہمارے درمیان ازدواجی رشتہ قائم نہیں ہوگا۔ ہم ندی کے دو کنارے بن کر یعنی دو الگ کمروں میں رہا کریں گے۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ جب تم بیوی بن جاؤ گی تو کیا میں تم سے اپنے حقوق حاصل نہیں کروں گا؟"

"اس کی ایک ہی صورت ہے کہ میں خاندانی منصوبہ بندی کے مرکز میں جاؤں اور عارضی طور پر ماں نہ بننے کی تدابیر پر عمل کروں۔ اس دوران ہم لاہور جائیں گے۔ وہاں تم اپنا چیک اپ کراؤ گے تو یہاں کسی کو خبر نہیں ہوگی۔ ہم مکمل میڈیکل رپورٹ حاصل کر کے واپس اپنی حویلی میں آجائیں گے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ منصوبہ بندی کے تحت ازدواجی رشتہ تو قائم ہو جائے گا لیکن اولاد نہیں ہوگی۔ لہٰذا اولاد کے لیے میڈیکل چیک اپ [illegible] مراحل سے گزرنا ہوگا۔

وہ بولی "اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ اگر ڈاکٹر تمہارے اندر کسی خرابی کی نشاندہی کرے گا تو توجہ سے علاج کے ذریعے وہ خرابی دور کی جاسکے گی۔"

وہ قائل ہوگیا۔ وہ بولی "اس معاہدے پر یہ لکھ کر دستخط کروگے کہ شادی کے ایک ماہ کے اندر اپنی مکمل میڈیکل رپورٹ پیش کروگے۔"

"اچھی بات ہے۔ لاؤ میں لکھ دیتا ہوں۔ انگریزی تو نہیں جانتا۔ قومی زبان میں لکھ دوں گا۔"

اس نے معاہدہ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ بولی "ایک اور شرط سن لو۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ تمہاری خواہش کے مطابق ایک یا دو بیٹے پیدا ہوں گے تو پھر تم کسی سے دوسری شادی نہیں کروگے۔ مجھ پر سوکن نہیں لاؤگے۔"

اس کے سامنے جو بیٹھی ہوئی تھی' وہ طلسم ہوشربا تھی۔ پہلی ہی ملاقات میں ہوش اڑا رہی تھی پھر اس کی میڈیکل رپورٹ کہہ رہی تھی کہ وہ ہر اعتبار سے صحت مند ہے اور صحت مند بچوں کی ماں بن سکتی ہے اور اسے ایک فیکٹری اور زیادہ سے زیادہ زمینوں کا مالک بنا سکتی ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر اس نے معاہدے پر دستخط کردیے۔

○☆○

عورتیں' مرد' بچے' جوان اور بوڑھے سب ہی آسمان کی طرف یوں دیکھ رہے تھے جیسے اب تب میں کوئی عجیب و غریب خلائی مخلوق نامعلوم بلندیوں سے زمین پر اترنے والی ہو۔

دراصل پنڈ والوں نے کبھی فلم کی شوٹنگ نہیں دیکھی تھی۔ وہاں کیڑے مار دوا کی ایک اشتہاری فلم تیار ہورہی تھی ایک اسٹینڈ پر فلمی کیمرا نصب کیا گیا تھا اور وڈیو کیمرے کو ایک شخص نے کاندھے پر اٹھا رکھا تھا۔ دونوں کیمروں کا رخ فیکٹری کی لانبی اونچی چمنی کی طرف تھا۔ اس چمنی سے دھواں نکل رہا تھا اور لہراتا ہوا اوپر کو جاکر فضا میں تحلیل ہورہا تھا۔

کیمیکل فیکٹری میں جو کیڑے مار دوائیں تیار ہوتی تھیں ان کی فروخت میں اضافہ کرنے کے لیے صاحب عالی ایک اشتہاری فلم تیار کرارہا تھا۔ وہ خود فلم میکنگ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس نے ایک بہت بڑی اور مشہور ایڈورٹائزنگ کمپنی کو یہ فلم بنانے کے لیے کافی رقم دی تھی۔

ایڈ کمپنی کے مالک نے کہا "مسٹر صاحب عالی! ہم نے آپ کو کئی ماڈل گرلز کی تصویریں دکھائی تھیں اور آپ نے اس فلم کے لیے مس نیلم کا انتخاب کیا تھا لیکن وہ بہت نخرے دکھارہی تھی۔ رقم بھی زیادہ مانگ رہی تھی اور شوٹنگ کے لیے آج یہاں آنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ وہ کسی دوسری جگہ شوٹنگ میں مصروف ہوگئی ہے۔"

صاحب عالی نے پوچھا "کیا ماڈل گرل کے بغیر آپ یہ اشتہاری فلم بنائیں گے ؟"

وہ مسکرا کر بولا "بھلا حسین ماڈل گرلز کے بغیر اشتہاری فلم کیسے بن سکتی ہے۔ شیونگ بلیڈ کا تعلق عورتوں سے نہیں ہوتا لیکن بلیڈ کے اشتہار میں بھی حسینہ ضرور دکھائی جاتی ہے۔ کیڑے مار دواؤں کا تعلق کسانوں اور زمینداروں سے ہوتا ہے لیکن ہم اس میں بھی حسینہ کو دکھائیں گے۔ میں نے اپنی پسند سے ایک نہایت ہی حسین و جمیل لڑکی کا انتخاب کیا ہے۔ آپ سے مشورہ لینے اور پسند کرانے کا وقت نہیں تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ میری پسندیدہ لڑکی آپ کو ضرور پسند آئے گی۔"

"آپ کو پتا ہے کہ ایک کی پسند دوسرے کی پسند سے نہیں ملتی۔"

"جی ہاں لیکن شوبزنس میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہیروئن لاکھوں ناظرین کو پسند آجاتی ہے۔"

اچانک ڈائریکٹر نے بلند آواز سے کہا "کیمرے آن کرو۔ وہ دیکھو ہیلی کاپٹر آرہا ہے۔"

تمام پنڈ والے آسمان کی بلندیوں کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک ہیلی کاپٹر بہت دور تھا۔ آسمان پر ایک ننھے سے دھبے کی طرح نظر آرہا تھا۔ ڈائریکٹر نے وڈیو اور فلمی کیمرامین سے کہا "ہیلی کاپٹر قریب آرہا ہے۔ چمنی کے دھوئیں کے پیچھے ہیلی کاپٹر کو رکھو۔ دھوئیں کے پیچھے سے آنے والے ہیلی کاپٹر کا مطلب یہ ہوگا کہ کیمیکل فیکٹری سے اس کا تعلق ہے۔"

کیمرا آن تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر دھواں اگلتی ہوئی چمنی کو کراس کرتے ہوئے قریب آتے آتے کھیت کے ایک حصے میں اتر گیا۔ دونوں کیمروں کی پوزیشن بدل گئی۔ کیمرامین ہیلی کاپٹر کے دروازے سے کچھ فاصلے پر سے شاٹ لینے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ڈائریکٹر نے شاٹ کی تیاری کے بعد میگافون کے ذریعے کہا "مس سلطانہ! میں ایکشن کہوں گا تو ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلے گا اور آپ دروازے پر آکر اک ادائے ناز سے کھڑی ہوں گی اور دور دور تک کھیتوں پر نظر ڈالیں گی۔"

صاحب عالی نے پوچھا "یہ سلطانہ کون ہے؟ آپ نے اس نام کی ماڈل گرل کی کوئی تصویر نہیں دکھائی تھی۔"

ایڈ کمپنی کے مالک نے کہا "یہ ایک ہفتہ پہلے امریکا سے آئی ہیں۔ امریکا میں جتنی اے کلاس ماڈل گرلز ہیں' ان میں مس سلطانہ کا نام آتا ہے۔ جب ہمیں پتا چلا کہ یہ آئی ہوئی ہیں تو ہم نے ان کا زیادہ آفر دے کر آپ کے اشتہار کے لیے سائن کرلیا۔"

ڈائریکٹر نے میگافون کے ذریعے کہا "ایکشن۔"

ہیلی کاپٹر کا سلائڈنگ دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ وہ ہیلی کاپٹر کے اندر سے دروازے پر آکر دن کی پوری روشنی میں کھڑی ہوگئی۔ یوں لگا جیسے تاریکی میں سورج طلوع ہوگیا ہو۔ سب کی نظریں اس پر جم گئیں۔ صاحب عالی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا لیکن نظریں اسی پر ٹھہر گئی تھیں۔

اس کے پیروں میں سرخ سینڈلز تھیں۔ سینڈلز کے ساتھ سیاہ رنگ کی جرابیں تھیں۔ صاحب عالی کی فیکٹری میں جو کیڑے مار دوائیں تیار ہوتی تھیں' انہیں سرخ ڈبوں میں بند کیا جاتا تھا۔ اس ڈبے پر جو بڑا سا لیبل لگا رہتا تھا' اس پر کیڑے مکوڑوں کی تصاویر اور فیکٹری کے نام سرخ اور سیاہ رنگوں سے پرنٹ کیے ہوئے تھے۔ انہی کی مناسبت سے مس سلطانہ نے سینڈلز اور جرابوں کے علاوہ لباس بھی سرخ اور سیاہ پہنا تھا۔

حسینہ کا رنگ گلابی تھا۔ سرخ رنگ میں وہ خوب کھل رہی تھی اور سیاہ رنگ میں ایسے نمایاں ہورہی تھی جیسے برسوں کے تاریک تصورات سے بالکل وہی آئیڈیل محبوبہ نگاہوں کے سامنے آگئی ہو۔ وہ حیرانی سے دیکھ رہا تھا اور خود کو یقین دلا رہا تھا کہ اس کی آئیڈیل آسمان کی بلندیوں سے اتر کر اس کے کھیتوں میں چلی آئی ہے۔

اس کی فیکٹری میں جو کیڑے مار دوائیں تیار ہوتی تھیں ان کا نام "جھٹ پٹ" رکھا گیا تھا۔ لیبل پر لکھا ہوتا تھا "فصلوں کو برباد کرنے والے کیڑوں کو جھٹ پٹ مارنے والی زود اثر دوا۔"

صاحب عالی اشتہاری فلم کی تیاری کے دوران یہی دیکھنے آیا تھا کہ "جھٹ پٹ" کے نام کی مناسبت سے یہ فلم زمینداروں اور کسانوں کو جھٹ پٹ کیڑے مارنے کے سلسلے میں قائل کرسکے گی یا نہیں؟

دوا تو ایک طرف رہی۔ اشتہاری فلم کی حسینہ نے پہلی ہی نظر میں صاحب عالی کے سینے سے جھٹ پٹ دل نکال لیا تھا۔ توقع تھی کہ جو بھی وہ فلم دیکھے گا' وہ حسینہ کو بھول نہیں پائے گا اور جب اسے یاد رکھے گا تو کیڑے مارنے والی دوا "جھٹ پٹ" کو بھی ہمیشہ یاد رکھے گا۔

ایڈ کمپنی کے مالک نے سلطانہ سے اس کا تعارف کرایا "مس سلطانہ! ان سے ملیں۔ یہ "جھٹ پٹ" فیکٹری کے مالک جناب صاحب عالی ہیں۔ یہ دور تک پھیلی ہوئی زمینیں انہی کی ہیں۔"

اس نے ایک سادہ سی شلوار قمیص پہنی ہوئی تھی۔ قمیص پر ایک واسکٹ بھی پہن رکھی تھی۔ سلطانہ نے کہا "آپ فیکٹری اور اتنی زیادہ زمینوں کے مالک ہیں یعنی جاگیردار ہیں مگر لگتے نہیں ہیں۔ آپ کے لباس کو اور آپ کی سادگی کو دیکھ کر میں سمجھ رہی تھی کہ آپ کوئی شاعر ہیں۔"

ایڈ کمپنی کے مالک نے کہا "ماشاء اللہ آپ کی نظریں ایکسرے کی طرح اندر دیکھ لیتی ہیں۔ یہ واقعی شاعر ہیں اور جناب صاحب عالی یہ ہیں مس سلطانہ' پچھلے ہفتے امریکا سے آئی ہیں اور پاکستان میں سب سے پہلے آپ کی اشتہاری فلم میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کررہی ہیں۔"

صاحب عالی نے سلطانہ سے کہا "گویا میری تقدیر آپ کو میرے لیے یہاں لائی ہے۔"

وہ بولی "ہوسکتا ہے۔ مقدر کی ہیرا پھیری کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس اشتہاری فلم سے پہلے تین ایڈ کمپنی والے آئے تھے۔ میں سوپ' کریموں' پرفیومز' پاؤڈر اور شیمپو کے اشتہارات میں اس قدر کام کرچکی ہوں کہ بور ہوگئی ہوں۔ جب مجھے بتایا گیا کہ فصلوں کو تباہی سے بچانے اور عوام تک معیاری اناج پہنچانے کے سلسلے میں کام کرنا ہے تو میں ملکی اور ملی جذبے کے تحت یہاں کام کرنے آگئی ہوں۔"

"آپ کے جذبات قابلِ قدر ہیں۔ آپ سے مل کر حقیقی معنوں میں خوشی ہورہی ہے۔"

ڈائریکٹر نے آکر سلطانہ سے کہا "میڈم! شاٹ ریڈی ہے۔ تشریف لائیے۔"

صاحب عالی نے کہا "میرا خیال ہے پہلے آپ کو کچھ کھا پی کر تازہ دم ہوجانا چاہیے۔ شوٹنگ تو ہوتی رہے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پنجاب کے لوگ کھانے پینے اور جان بنانے کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ ویسے یہاں کا پانی بڑا صاف و شفاف ہے۔ ہاضمے کا کام کرتا ہے۔ میں جب سے لاہور آئی ہوں' مجھے بھی باربار بھوک لگتی ہے۔"

"تو پھر پہلے کھانا ہوجائے۔"

"میں پہلے یہ شاٹ دے کر آتی ہوں پھر کھاؤں گی۔"

وہ ڈائریکٹر کے ساتھ چلی گئی۔ ایڈ کمپنی کے مالک نے کہا۔ "اسے کام کی اتنی لگن ہے کہ کام کے دوران کھانا پینا بھول جاتی ہے۔"

صاحب عالی کے کانوں میں ایڈ کمپنی کے مالک کی باتیں نہیں پہنچ رہی تھیں۔ وہ دور بیٹھی ہوئی سلطانہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ شاٹ شروع ہونے سے پہلے چہرے کے میک اپ کو درست کررہی تھی۔ پھر وہ کیمرے کے سامنے گئی' دواؤں سے بھرا ہوا سلنڈر اپنی پشت پر لاد کر کپاس کی فصل کے پاس آئی اور ان پر تھوڑا سا اسپرے کرنے کے بعد کیمرے کی طرف پلٹ گئی۔ ڈائریکٹر نے "کٹ" کہا۔ شاٹ اوکے ہوگیا۔ وہ پھر صاحب عالی اور ایڈ کمپنی کے مالک کے پاس آگئی۔ وہاں ایک میز پر حلوا پوریاں اور لسی سے بھرا ہوا جگ رکھا ہوا تھا۔

سلطانہ نے صابن سے دونوں ہاتھ دھوئے کیونکہ کیڑے مار دوائیں بڑی حد تک زہریلی ہوتی ہیں پھر وہ میز کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ میز کے دوسری طرف اس کے سامنے صاحب عالی بیٹھا تھا۔ اس نے حلوے اور پوریوں کے ساتھ لسی کا ایک گلاس بھی اس کے سامنے رکھا تو وہ بولی "میں یہ کھالوں گی مگر لسی نہیں پیوں گی۔ میرے لیے پانی منگوادیں۔"

صاحب عالی نے کہا "جس طرح امریکا میں شراب پلا کر میزبانی کی جاتی ہے اسی طرح ہم لسی پلا کر مہمان نوازی کرتے ہیں تاکہ مہمان امریکا جاکر بھی پنجاب کی لسی کو یاد رکھے۔"

"میں امریکا واپس جانے کے لیے نہیں آئی ہوں۔ مغربی ماحول میں بہت رہ چکی ہوں۔ اب اپنے وطن میں رہوں گی۔"

صاحب عالی کا دل خوش ہوگیا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ تقدیر

نے اس آئیڈیل کو اس کے لیے ہی امریکا سے ایکسپورٹ کیا ہے تاکہ وہ اس حسینہ کو اپنی زندگی میں امپورٹ کر لے۔

ڈائریکٹر نے آکر ایک کاغذ سلطانہ کو دیتے ہوئے کہا "میڈم! آپ آرام سے کھالیں۔ اس کے بعد ٹاکی شاٹ ہے۔ اس کاغذ پر فصلوں اور کیڑوں کے متعلق جو لکھا ہوا ہے' وہ آپ کیمرے کے سامنے بولیں گی۔"

ڈائریکٹر کاغذ دے کر چلا گیا۔ وہ کھانے کے دوران پڑھنے لگی پھر بولی "اس میں لکھا ہے کہ کپاس کو امریکن سنڈی نقصان پہنچاتی ہے۔ میں حیران ہوں کہ پاکستان کی فصلوں کو برباد کرنے کے لیے بھی امریکا اپنے کیڑے یعنی سنڈیاں بھیجتا ہے۔"

ایڈ کمپنی کے مالک نے پوچھا "مسٹر صاحب عالی! یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ کپاس میں لگنے والے کیڑوں کو امریکن سنڈیاں کیوں کہا جاتا ہے؟"

صاحب عالی نے کہا "اس سلسلے میں میری معلومات وسیع نہیں ہیں لیکن عقل کہتی ہے کہ کپاس' دھان اور گندم وغیرہ کے لیے بیج اور مخصوص کھاد کم پڑجائے تو ہم یہ چیزیں امریکا سے منگواتے ہیں۔ ان میں ایسی کھاد اور ایسے بیج ہوتے ہیں' جن میں کیڑوں نے پہلے سے جگہ بنائی ہوتی ہے۔ زرعی اطلاعات پہنچانے والے عملے میں کچھ بددیانت لوگ ہوتے ہیں۔ وہ کیڑے کھائے ہوئے بیجوں کی ملاوٹ کرتے ہیں۔ اس طرح جو سنڈیاں پروان چڑھیں اور ان کا موازنہ امریکا کی فصلوں کی سنڈیوں سے کیا گیا تو دونوں ایک جیسی پائی گئیں۔"

"ہاں۔ کچھ ایسی ہی بات ہوسکتی ہے مگر انہیں کس طرح شناخت کیا گیا ہے؟"

صاحب عالی نے کہا "امریکن سنڈی کے انڈے عام طور پر پودوں کے اوپر نئے پتوں پر ہوتے ہیں۔ یہ انڈے اس وقت تک گلابی رنگ کے ہوتے ہیں جب تک ان کے اندر سے سنڈیاں نہیں نکلتی ہیں۔ کیڑے مار دوائیں ایسے ہی وقت اسپرے کی جاتی ہیں' جب ان انڈوں سے سنڈیاں نکلتی ہیں۔"

"یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ انڈوں سے سنڈیاں نکلنے والی ہیں؟"

"ہمارے ملک میں ناخواندگی اور اپنے ہی پیشے سے لاعلمی عام ہے اس لیے ناظم زرعی اطلاعات کے تحت زرعی توسیع عملہ یا پیسٹ وارننگ کے عملے کے افراد معلومات فراہم کرتے رہتے ہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ سلطانہ نے پوچھا "آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟"

"میرے شاعرانہ مزاج کی بات ہے۔ آپ جیسی حسین وجمیل دوشیزہ کے سامنے غزل کہنا چاہیے اور میں کیڑے مکوڑوں کی بات کررہا ہوں۔"

وہ بولی "جب آپ بول رہے تھے تو میں کچھ ایسی ہی بات سوچ رہی تھی کہ شاعری میں حسن ہوتا ہے لیکن آپ شاعر ہوکر فیکٹری میں زہریلی دوائیں بناتے ہیں۔"

"اسے یوں سمجھ لیں کہ گلاب کے ساتھ کانٹے ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ جو زہریلی دوائیں ہیں' وہ کیڑوں کو مار کر فصلوں کو تازگی دیتی ہیں۔ مس سلطانہ! آپ تو گلاب سے بھی سوا ہیں۔ کیا آپ کی زندگی میں کوئی محافظ کانٹا آچکا ہے یا ابھی چانس باقی ہے؟"

وہ لسی پی رہی تھی۔ اچانک اسے ٹھسکا لگا۔ وہ کھانسنے لگی۔ لسی کا کچھ حصہ اس کے لباس پر گرا۔ صاحب عالی جلدی سے اٹھ کر اپنے رومال سے اس کے لباس کو پونچھنے لگا۔ وہ اٹھ کر بولی "ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ یہ ابھی خشک ہوجائے گا۔"

ڈائریکٹر نے کہا "دودھ اور دہی کا دھبا رہ جاتا ہے۔ یہ فلم کی کنٹی نیوٹی کا لباس ہے۔ اسکرین پر دھبا نمایاں طور پر دکھائی دے گا۔ اسے فوراً صابن سے دھونا ہوگا۔"

صاحب عالی نے کہا "میں انہیں ابھی گاڑی میں حویلی لے جاتا ہوں۔ وہاں ملازمہ دھبا صاف کرے گی۔ آئیے مس سلطانہ!"

ایڈ کمپنی کے مالک نے کہا "آپ کی واپسی تک سورج ڈھل جائے گا۔ شوٹنگ نہیں ہوسکے گی۔"

صاحب عالی نے کہا "کوئی بات نہیں۔ شوٹنگ پیک اپ کرادیں۔ باقی کام کل ہوگا۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن شوٹنگ ایک دن لیٹ ہوگی تو ہمارا پچیس تیس ہزار کا نقصان ہوگا۔"

"نقصان نہیں ہوگا۔ کل صبح آپ کو تیس ہزار کا چیک مل جائے گا۔"

سلطانہ نے کن انکھیوں سے صاحب عالی کو دیکھا۔ ایک جاگیردار کے لیے تیس ہزار روپے کچھ نہ سہی لیکن وہ ایڈ کمپنی کا یہ نقصان اسی کی خاطر پورا کررہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ لینڈ کروزر میں آکر بیٹھ گئی۔ ایک ملازم نے اس کا سامان لاکر رکھ دیا۔ صاحب عالی نے ماتحت سے کہا "ایڈ کمپنی کے مالک اور ڈائریکٹر کو مہمان خانے میں پہنچادو اور فلم یونٹ کے باقی لوگوں کی رہائش اور کھانے پینے کا انتظام کرو۔ کسی کو کسی طرح کی شکایت نہ ہو۔"

اس نے گاڑی آگے بڑھادی' پھر دھیمی رفتار سے ڈرائیو کرنے لگا۔ سلطانہ نے پوچھا "آپ مجھے تنہا اپنے ساتھ حویلی لے جارہے ہیں۔ کیا آپ کی وائف مائنڈ نہیں کرے گی؟"

"وہ میکے گئی ہوئی ہے۔ ویسے بھی جس بیوی نے دوسری شادی کی اجازت دے رکھی ہو وہ بھلا کیوں مائنڈ کرے گی۔"

"تعجب ہے۔ عورت کبھی سوکن کو برداشت نہیں کرتی' آپ کی بیگم نے اتنی فراخ دلی کا مظاہرہ کیوں کیا ہے؟ کیا آپ دونوں کے مزاج نہیں ملتے؟"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہا پھر بولا "آپ اتنی حسین ہیں کہ مجھ جیسے شاعر کا تخیل ہیں۔ میں آپ کا دل جیتنے کے لیے سو طرح کے دکھڑے بیان کرسکتا ہوں اور اپنی بیوی کی بے شمار خامیاں بیان کرسکتا ہوں لیکن میری راشدہ اتنی اچھی ہے کہ میں اس میں کوئی برائی نکال ہی نہیں سکتا۔"

سلطانہ نے کہا "یو آر گریٹ۔ میں نے پہلا شوہر دیکھا ہے جو کسی دوسری عورت سے لطف لینے کے لیے اپنی بیوی کو ظالم اور خود کو مظلوم نہیں کہہ رہا ہے۔ پھر ایسی صورت میں جبکہ دوسری شادی کرنے کے لیے اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔"

"میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ عموماً فلموں کی ہیروئن کے ساتھ اس کی ماں یا اس کی نانی یا کوئی اور رشتے دار آتا ہے۔ آپ اکیلی کیوں آئی ہیں؟"

وہ ذرا ہنسی' پھر بولی "آپ بھول رہے ہیں کہ میں امریکی ماحول میں رہ کر آئی ہوں۔ وہاں گھر والے یہ نہیں سوچتے کہ جوان لڑکی کسی کے عشق میں گرفتار ہوکر اس سے شادی کرلے گی تو ماں' نانی یا دوسرے میکے والوں کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ میرے والدین اس دنیا میں نہیں رہے اور دوسرے رشتے داروں نے مجھے کمائی کا ذریعہ نہیں بنایا ہے' میں آزاد ہوں۔"

"امریکا میں ماڈل گرلز کو یہاں سے کئی گنا زیادہ معاوضہ ملتا ہے پھر آپ یہاں کیوں چلی آئیں؟"

"میں نے بڑے ڈالرز کمائے ہیں اور یہ سوچ رکھا تھا کہ پچیس برس کی ہوجاؤں گی تو پاکستان جاکر شادی کروں گی۔ میں عمر نہیں چھپاتی۔ اب چھبیس برس کی ہوچکی ہوں۔"

"آپ میری طرح صاف اور سیدھی بات کہہ دیتی ہیں۔ میں بھی سیدھی سی بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا مجھے لائف پارٹنر بنانا چاہیں گی؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "کچھ آپ کی پرسنل لائف کا بیک گراؤنڈ معلوم ہوجائے تو کوئی معقول فیصلہ کرسکوں گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں آپ یہ سوچ رہی ہوں گی کہ ایک ایسی بیوی نے دوسری شادی کی اجازت کیوں دی جبکہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے اور میں آپ سے شادی کیوں کرنا چاہتا ہوں جبکہ اپنی بیوی کی کوئی برائی نہیں کرتا ہوں اور برائی نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر اعتبار سے ایک اچھی شریکِ حیات ہے۔"

"ہاں۔ جب میاں بیوی ہم مزاج ہوں اور ایک دوسرے کی قدر کرتے ہوں تو پھر دوسری شادی کیوں؟"

"اولاد کے لیے۔"

"اچھا تو وہ بانجھ ہے؟"

"نہیں۔ ابھی تین ہفتے پہلے اس نے ایک بیٹے کو جنم دیا تھا مگر بچہ بہت ہی لاغر اور ہڈیوں کا ڈھانچا تھا۔ بدن میں جیسے گوشت نہیں تھا۔ وہ پیدائش کے پندرہ یا بیس منٹ کے بعد مرگیا۔"

"کیا ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آپ کی وائف آئندہ ماں نہیں بن سکے گی؟"

"ڈاکٹر نے ایسی کوئی پیش گوئی نہیں کی۔ راشدہ اچھی صحت مند ہے۔ وہ پھر ماں بن سکتی ہے۔"

گاڑی حویلی کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ دو مسلح ملازم بڑا سا آہنی گیٹ کھول رہے تھے۔ وہ گاڑی گیٹ سے گزر کر حویلی کے دروازے کے قریب رک گئی۔ دوسرے دو مسلح ملازموں نے تیزی سے آکر دونوں طرف کے دروازے کھولے۔ سلطانہ گاڑی سے اتر کر صاحب عالی کے ساتھ حویلی کے اندر آئی۔ صاحب عالی نے ایک ملازمہ کو بلایا پھر اس سے کہا "بی بی جی کو دوسرے کمرے میں لے جاؤ۔ یہ لباس تبدیل کریں گی۔ تم ان کا یہ لباس اس طرح دھونا کہ اس کا یہ دھبا ختم ہوجائے۔"

پھر اس نے سلطانہ سے کہا "آپ آرام کرنا چاہیں تو کرسکتی ہیں۔ اگر باتیں کرنا چاہیں تو میں یہاں بیٹھک میں رہوں گا۔"

وہ ملازمہ کے ساتھ چلی گئی۔ صاحب عالی نے ایک ملازم کو بلا کر کہا "باورچی سے بہترین کھانے تیار کراؤ۔ اگر مہمان بی بی جی یہاں بیٹھک میں آئیں گی تو ہمارے لیے چائے لے آنا۔"

ملازم چلا گیا۔ صاحب عالی صوفے پر پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ چھت کی طرف تکنے لگا۔ وہاں سلطانہ مسکرارہی تھی۔ آدمی جو سوچے' وہ مل جائے تو وہ بڑا خوش نصیب ہوتا ہے۔ اس کے تصور میں جو حسینہ آیا کرتی تھی اس سے کچھ ملتی جلتی سلطانہ اس کی حویلی میں آگئی تھی۔ فی الوقت کسی رشتے کے بغیر آئی تھی۔ آئندہ من کی مراد پوری کرنے والا رشتہ ہوسکتا تھا۔

وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر لباس بدل کر بیٹھک میں آئی۔ صاحب عالی صوفے پر لیٹا ہوا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی "آپ لیٹے رہیں' شاید آپ سونا چاہتے ہیں۔"

"بالکل نہیں۔ میں دن کو نہیں سوتا اور سچ پوچھیں تو آپ نے یہاں واپس آکر میری تنہائی دور کردی ہے۔"

"میں بھی اس نئے ماحول میں تنہا نہیں رہ سکتی تھی پھر یہ کہ آپ کی باتوں نے مجھے الجھادیا ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ بیگم راشدہ جیسی نارمل اور صحت مند شریکِ حیات کی موجودگی میں آپ دوسری شادی کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ کیا دوسری شادی ایک نیک سیرت بیوی کے لیے سزا نہیں ہوگی؟"

"بات یہ ہے کہ مجھ سے پہلے میرے چھوٹے بھائی جناب عالی کے ہاں ولادت ہوئی تھی۔ بچہ اندھا اور اپاہج پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد میرا جو بیٹا ہوا' وہ بھی ایب نارمل تھا۔ میرے بھائی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اب دوسری شادی کرچکا ہے۔ وہ ثابت کرے گا کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ وہ صحت مند بیٹے کا باپ بنے گا لیکن میری بیوی راشدہ کہتی ہے کہ ہم دونوں بھائیوں میں کوئی خرابی ہے اور مجھے مکمل طور پر میڈیکل چیک اپ کرانا چاہیے۔"

"آپ کی وائف درست کہتی ہے۔ آپ چیک اپ کرائیں۔"

"کیوں کراؤں؟ کیا میرے بھائی نے کرایا ہے۔ اس نے چیک اپ کے بغیر دوسری شادی کی ہے۔ اگر وہ بیٹے کا باپ بن جائے گا تو میں بڑے نقصان میں رہوں گا۔"

"کیسا نقصان؟"

"ہمارے ابا نے ہم دو بھائیوں کو برابر حصہ دے دیا ہے۔ صرف فیکٹری اور اپنے حصے کی زمینیں وہ اپنے پوتوں کے نام لکھنا چاہتے ہیں۔ ہم بھائیوں میں سے جو جتنے بیٹے پیدا کرے گا' اسے ابا کی فیکٹری اور زمینوں سے اتنا ہی زیادہ حصہ ملے گا۔ اصل جھگڑے کی بنیاد زمین اور فیکٹری ہے۔ راشدہ کی یہ ضد مجھے نقصان پہنچائے گی کہ میں اپنا میڈیکل چیک اپ کراؤں۔ میں اسے سمجھاتا ہوں کہ ایک بچہ اگر ایب نارمل ہوا تو یہ ضروری نہیں ہے کہ دوسرا بھی ایسا ہی ہو اور وہ کہتی ہے جب تک میں چیک اپ نہیں کراؤں گا' وہ مجھے بیوی کے حقوق نہیں دے گی۔ وہ کہتی ہے کہ ہم نے اپنے پہلے بچے کو قتل کیا ہے۔ وہ دوسرے بچے کی موت کا سبب نہیں بنے گی۔"

"آپ کی باتوں سے پتا چلتا ہے کہ بیگم راشدہ بہت ذہین اور معاملہ فہم ہیں۔ وہ ایک سیدھی سی بات کہہ رہی ہیں۔ آپ کو چیک اپ کرانے پر کیا اعتراض ہے؟"

"یہاں ناک کا سوال ہے۔ میرے بھائی نے چیک اپ کے بغیر سینہ تان کر دوسری شادی کی۔ میں دوسری شادی کرنے سے پہلے ڈاکٹر کے پاس جاؤں گا تو ناک کٹ جائے گی۔"

"آپ جاگیرداروں کے پاس عجیب و غریب منطق اور دلائل ہوتے ہیں اور آپ کے ہاں ذرا ذرا سی بات پر ناک کٹ جاتی ہے۔ اگر آپ کا بھائی دوسری بیوی کے ذریعے بھی باپ نہ بن سکا تو اس کی ناک کٹ جائے گی۔"

"آپ ہمارے نظریے سے' دولت' زمین اور جائداد بڑھانے کے پہلو سے سوچیں کہ بھائی ایک بیٹے کا باپ بنے گا تو فیکٹری اور زمینوں کا ایک ایک حصہ جیت لے گا اور میں ہارتا رہوں گا۔"

ملازم نے ان کے درمیان چائے لا کر رکھی۔ اس کے جانے کے بعد سلطانہ نے ایک پیالی میں چینی ملا کر صاحب عالی کو دی پھر دوسری پیالی میں چینی ملا کر خود پینے لگی۔ اس دوران دونوں خاموش رہے پھر صاحب عالی نے چائے کا ایک گھونٹ لے کر کہا "میں نے اپنی ازدواجی زندگی کے بارے میں اور جاگیردارانہ طرزِ زندگی کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ ہماری شان اور شرافت' طاقت اور رعب و دبدبہ اسی میں ہے کہ ہم کتنی زیادہ زمینوں کے مالک بن سکتے ہیں اور فیکٹری کی اسمبلی میں کتنے ارکان بھیج سکتے ہیں۔"

"آپ اپنے طور پر درست کہہ رہے ہیں۔ ہم ایسے دور میں جی رہے ہیں کہ ہمارے لیے زیادہ سے زیادہ طاقت اور اختیارات حاصل کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ یہ آپ کا حق ہے کہ اپنے بھائی کی طرح آپ بھی فیکٹری اور زمینوں میں زیادہ سے زیادہ حصے حاصل کریں۔"

"آپ میری تائید کر رہی ہیں تو یہ بھی سمجھ لیں کہ میں طاقت اور اختیارات آپ کے تعاون سے حاصل کر سکتا ہوں۔"

"میں اتنی جلدی جواب نہیں دے سکوں گی۔ یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ مجھے اس کے ہر پہلو پر غور کرنا ہوگا۔"

"بے شک۔ آپ کو اپنے مستقبل کے بارے میں خوب سوچنے سمجھنے کا حق ہے لیکن مجھے یہ فکر ہے کہ میرا بھائی ادھر دو چار مہینے میں باپ بننے کی خوشخبری سنا سکتا ہے۔"

"میں آپ کو اپنا پتا لکھ کر دوں گی۔ کل شوٹنگ مکمل ہو جائے گی۔ آپ پرسوں لاہور آ جائیں پھر ہم کسی نتیجے پر پہنچیں گے۔"

سلطانہ نے اقرار نہیں تو انکار بھی نہیں کیا۔ انتظار کی سولی پر لٹکا دیا۔ صاحب عالی بھی سمجھتا تھا کہ اتنا بڑا فیصلہ پہلی ملاقات میں یا ایک دو دن میں نہیں ہو سکتا۔ اس نے صبر کیا۔ سلطانہ دوسرے دن شوٹنگ مکمل کر کے چلی گئی۔ اس کے دوسرے دن صاحب عالی نے لاہور کا سفر کیا اور سلطانہ کی کوٹھی میں پہنچ گیا۔ وہاں شام کی چائے پیتے وقت گفتگو ہوئی۔ وہ بولی "میں نے اس معاملے پر اچھی طرح غور کیا ہے اور یہی ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ میں شادی کے بعد ایک یا ایک سے زیادہ بیٹوں کی ماں بن کر آپ کی جیت میں برابر کی شریک رہوں گی اور اگر ایک بیٹے سے بھی محروم رہوں گی تو دو کوڑی کی ہو جاؤں گی۔"

"آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں۔ میں آپ کو آئندہ چودھرانی بننے کے تمام حقوق دوں گا۔"

"جیسے بیگم راشدہ چودھرانی بن کر' اس حویلی کی مالکہ بن کر اور آپ کی بیوی ہوتے ہوئے بھی بیوی نہیں ہے۔"

"وہ میری بیوی ہے۔"

"تو پھر آپ کے دوسرے بچے کی ماں کیوں نہیں بن رہی ہے؟ صرف اس لیے کہ آپ میڈیکل چیک اپ سے انکار کر رہے ہیں۔"

"سلطانہ! میں آپ سے تم پر آ رہا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میری آئیڈیل ہو۔ جب غزل کہتا تھا تو تصور میں تمہاری شبیہہ ابھرتی تھی۔ تقدیر نے تمہیں میرے پاس پہنچایا ہے۔ میں تمہیں ہر حال میں شریکِ حیات بنانا چاہتا ہوں۔ تم آج ہاں کہو' کل ہمارا نکاح ہو جائے گا۔"

"میں آپ کی جلد بازی سمجھتی ہوں۔ آپ کو بھائی کے مقابلے میں بازی جیتنے کی جلدی ہے لیکن میرا بھی یہی مشورہ ہے کہ پہلے آپ اپنا میڈیکل چیک اپ کرائیں۔"

"چیک اپ ایک دن میں نہیں ہوگا۔ نہ جانے کتنے ٹیسٹ ہوں گے۔ کتنے دن اور ہفتے لگیں گے پھر یہ کام بڑی رازداری سے کرنا ہوگا تاکہ میرے بھائی اور کسی رشتے دار کو معلوم نہ ہو۔ اگر راشدہ کو معلوم ہوگا تو اسے یہ صدمہ پہنچے گا کہ میں نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔"

"ہاں رازداری سے یہ کام ہوگا تو کافی وقت لگ سکتا ہے۔ اگر آپ جلد شادی کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو کورٹ پیپر پر یہ لکھنا ہوگا کہ آپ شادی کے بعد جلد سے جلد اپنا میڈیکل چیک اپ کرائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "مجھے منظور ہے۔ میں پکے کاغذ پر لکھ کر دوں گا۔"

"اور جب تک مثبت میڈیکل رپورٹ حاصل نہیں ہوگی' ہم خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کریں گے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو' اس طرح تو زمین جائداد زیادہ حاصل کرنے والی بات کھٹائی میں پڑ جائے گی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ میری اس پابندی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ جلد سے جلد میڈیکل رپورٹ حاصل کریں گے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا "ہر عورت اپنی بہتری کے لیے سوچتی ہے۔ تم درست کہہ رہی ہو۔"

"آپ یہ ساری باتیں کورٹ پیپر پر لکھیں گے اور دستخط کریں گے۔ اس پر آپ کے والد کے بھی دستخط ہوں گے۔ میری طرف سے میرے بھائی اور ماموں کے دستخط ہوں گے۔ نکاح کے وقت آپ کے والدین موجود رہیں گے۔"

"مجھے منظور ہے مگر کل ہی یہ سب کام ہوگا۔ میری جلد بازی کو تم نے سمجھ لیا ہے کہ میں اپنے بھائی سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔"

"جی ہاں۔ بھائی کے مقابلے میں آپ کی جیت ہوگی تو بیگم راشدہ کے مقابلے میں پہلے میں ماں بن کر بازی جیت لوں گی۔"

میڈیکل رپورٹ صاحب عالی کے حق میں ہوتی تب بھی وہ راشدہ کو یہ صدمہ پہنچانے کے لیے رپورٹ نہ دکھاتا کہ اس نے اس کا مشورہ نہیں مانا تھا۔ جب وہ باپ بن جاتا تو راشدہ کو طعنہ دے سکتا تھا کہ وہ طبی معائنے کے بغیر ہی باپ بن گیا ہے۔ اسے کسی ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ دوسری بیوی سلطانہ نے ہی اسے باپ بننے کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے۔

وہ دوسرے دن چودھری عالی حاکم اور اپنی چودھرانی ماں کو لے کر لاہور آیا۔ باپ نے چھوٹے بیٹے اور بلقیس بانو کے معاہدے پر دستخط کیے تھے اور یہ بڑے بیٹے کو نہیں بتایا تھا کہ اس کا چھوٹا بھائی میڈیکل چیک اپ کرانے والا ہے۔ اسی طرح عالی حاکم نے لاہور آ کر بڑے بیٹے اور سلطانہ کے معاہدے پر دستخط کیے اور یہ چھوٹے بیٹے کو بھی نہ بتایا کہ اس کا بڑا بھائی میڈیکل چیک اپ کرانے والا ہے۔ یہ ایک باپ کی خواہش تھی کہ دونوں بیٹوں کی ناک بھی نہ کٹے اور انہیں اپنی خامیوں کا پتا بھی چل جائے اور اس کے بعد وہ توجہ سے اپنا علاج کراتے رہیں۔ باپ نے دونوں بیٹوں کی بھلائی کے لیے ایسا کیا تھا۔

راشدہ کو معلوم ہوا تو اس کے دل کو صدمہ پہنچا۔ اگرچہ اس نے ہی صاحب عالی سے کہا تھا کہ وہ چیک اپ نہیں کرانا چاہتا اور دوسری شادی کے ذریعے اپنے صحت مند ہونے کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو شادی کر لے لیکن سوکن کو اس کی حویلی میں نہ لائے۔

صاحب عالی نے شادی کے بعد اپنی زمینوں کے ایک حصے میں سلطانہ کے لیے ایک بنگلے کی تعمیر شروع کروا دی۔ سلطانہ نے کہا۔ "بنگلا تو تعمیر ہوتا ہی رہے گا لیکن اسمبلی میں اپنے ارکان کی تعداد بڑھانے کے لیے ہمیں کچھ دنوں کے لیے اسلام آباد جانا چاہیے۔ وہاں بڑی رازداری سے میڈیکل چیک اپ ہو سکے گا۔"

بلقیس بانو اور جناب عالی ہنی مون منانے کے لیے لندن گئے تھے۔ حالانکہ ہنی مون منانے کی موزوں ترین جگہ سوئٹزرلینڈ سمجھی جاتی ہے لیکن پسند اپنی اپنی ہوتی ہے۔ رازداری سے میڈیکل چیک اپ کرانے کے لیے لندن ہی موزوں ترین شہر تھا۔

○☆○

آل پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے چیئرمین نے ملک کے مختلف شہروں کے ایسے معروف اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی میٹنگ کال کی تھی جنہیں طب کے مختلف شعبوں میں مہارت حاصل تھی۔ اس اجلاس میں یہ تشویش ناک مسئلہ زیرِ بحث تھا کہ ملک کے بیشتر حصوں سے نت نئے متعدی امراض کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔

ایک عمومی اندازے کے مطابق صرف پاکستان میں ہی نہیں' ساری دنیا میں فضائی یا ماحولیاتی آلودگی کے باعث بیماریوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک معمر ڈاکٹر نے کہا "ہم موجودہ دور میں ایسی ایسی بیماریوں کو دریافت کر رہے ہیں اور ان کا علاج ڈھونڈ رہے ہیں' جن کے نام ہمارے آباؤ اجداد نے کبھی نہیں سنے تھے۔ یہ نام ماضیِ بعید میں اس لیے نہیں تھے کہ یہ بیماریاں بھی نہیں تھیں۔ مثلاً ایڈز جیسی خطرناک بیماری رفتہ رفتہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا "ایڈ کے معنی ہیں مدد اور مدد دینے کے سلسلے میں امریکن ایڈ مشہور ہے اور ایڈز ایک جان لیوا مرض ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ مرض بھی امریکا سے شروع ہوا۔ ہالی ووڈ کے مشہور اداکار راک ہڈسن کے زیرِ علاج رہنے سے اس مرض کا انکشاف ہوا۔ اب دنیا کے بیشتر ممالک میں امریکن ایڈ کے ساتھ امریکن ایڈز بھی پھیل رہا ہے۔"

چیئرمین نے کہا "اس اجلاس میں ہمارا موضوع ایڈز نہیں ہے بلکہ کچھ جلدی بیماریاں ہیں۔ یہ بیماریاں ناک' کان اور گلے وغیرہ پر ظاہر ہو رہی ہیں۔ ایسا اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جو بیماریاں اوپر سے ظاہر ہوتی ہیں ان کی جڑیں انسانی جسم کے اندر ہوتی ہیں۔"

چیئرمین نے ایک ذرا توقف سے کہا "یہ بھی دیکھنے میں آ رہا ہے کہ جلد کی مختلف بیماریاں شہروں سے زیادہ دیہاتوں میں ہیں۔ یہ زرعی ملک ہے اس لیے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان بیماریوں کا تعلق زراعت سے ہے۔ میں زرعی شعبے کے ماہر ڈاکٹر عارف زیدی سے کہوں گا کہ وہ اپنی تحقیقات سے آگاہ کریں۔"

ڈاکٹر عارف زیدی نے کہا "ہمارے کھیتوں میں زرعی دوائیں بڑے پیمانے پر اسپرے کی جا رہی ہیں۔ ان دواؤں کے بے حساب

چھڑکاؤ کے باعث ان کا زہر ہوا اور پانی کو آلودہ کر رہا ہے۔ کیڑے مار دوائیں چھڑکنے سے ان کے زہریلے اثرات مختلف فصلوں کے بیجوں تک پہنچ جاتے ہیں۔"

دوسرے شعبے کے ڈاکٹر نے پوچھا "ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیڑوں کو مارنے کے لیے مختلف دواؤں کا جو تناسب ہوتا ہے' کیا اس میں کمی بیشی ہو جاتی ہے؟"

ڈاکٹر زیدی نے کہا "کمی بیشی ہو جاتی نہیں ہے بلکہ منافع خوری کے لیے کی جاتی ہے۔ آج کل اخبارات اور ٹی وی وغیرہ کے اشتہارات میں کیڑے مار دواؤں کی بے شمار کمپنیوں میں مقابلہ ہوتا ہے۔ ہر کمپنی کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ ان کی دوا زود اثر ہے۔ فوراً سبز تیلے' سفید مکھیوں اور امریکن سنڈیوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ لہٰذا اپنی دوا کو زیادہ سے زیادہ فروخت کرنے کے لیے اسے زود اثر بنایا جاتا ہے اور زود اثر بنانے کے لیے دواؤں کے مرکب میں زہر کا عنصر زیادہ رکھا جاتا ہے۔ اس طرح کیڑوں کا واقعی جلد خاتمہ ہو جاتا ہے۔ فصل بھی محفوظ نظر آتی ہے لیکن دوا کے زہریلے اثرات گندم' چاول' پھلوں اور سبزیوں میں سرایت کر جاتے ہیں۔"

دوسرے شعبوں کے ڈاکٹر یہ باتیں توجہ سے سن رہے تھے۔

اگر یہ باتیں عوامی جلسوں میں کی جاتیں تو اپنی زندگیوں سے محبت کرنے والے یہ سمجھ لیتے کہ منافع خور اپنے تھوڑے سے منافع کے لیے کس طرح اجناس کو اس حد تک زہریلا بنا رہے ہیں کہ کھانے والے مرتے نہیں ہیں بلکہ مختلف جلدی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ شہر والوں تک یہ زہر صرف اجناس' پھلوں اور سبزیوں کے ذریعے پہنچتا ہے لیکن چند والے ان کھیتوں کے درمیان اور آس پاس رہتے ہیں' جہاں کیڑے مار دواؤں کا چھڑکاؤ ہوتا رہتا ہے۔ یہ دوائیں ہوا اور پانی میں تحلیل ہو کر ان کے اندر جاتی ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ان بیمار پڑنے والے دیہاتیوں کے لیے نہ معقول ڈاکٹر ہوتا ہے نہ مکمل اسپتال ہوتا ہے اور نہ دوائیں ضرورت کے مطابق ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر زیدی نے کہا "زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے لالچ نے انسان کو بے ضمیر کر دیا ہے۔ محکمۂ زراعت کو اس کا نوٹس لینا چاہیے کہ چند معتبر کمپنیوں کے سوا جو دوسری کیڑے مار دواؤں کی کمپنیاں ہیں' وہ کس پروسس سے دوائیں تیار کرتی ہیں۔ کیا ان دواؤں کے مالکان نے طبی تعلیم حاصل کی ہے اور ان کی کمپنیوں میں جو کیمسٹ دوائیں تیار کرتے ہیں' کیا انہوں نے کیمسٹری کے سبجیکٹ میں صحیح سند حاصل کی ہے یا جعلی؟"

ایک ڈاکٹر نے کہا "ہمیں حکومت سے اپیل کرنا چاہیے کہ وہ کیڑے مار دواؤں کے سلسلے میں جامع سروے کروائے اور ان دواؤں کے زیادہ اور غیر ضروری استعمال کو روکنے کے منصوبے پر عمل کرے۔"

"چونکہ ہمارے کسان ناخواندہ ہوتے ہیں' انہیں اچھی اور بری دواؤں کی پہچان نہیں ہوتی اس لیے ناظم زرعی اطلاعات کا فرض ہے کہ کسانوں کو معتبر کمپنیوں کی طرف مائل کرے۔"

ڈاکٹر وقار حسین اسلام آباد سے اس اجلاس میں شریک ہونے آیا تھا۔ ایسے طبی تجربات سننے کے دوران وہ صاحب عالی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ان دنوں وہ صاحب عالی کے مختلف ٹیسٹ لے رہا تھا۔ ابھی تک یہ معلوم ہوا تھا کہ اس کے اندر جو تخلیقی جراثیم ہیں' وہ قدرے کمزور ہیں۔ ایسے کمزور جراثیم نو ماہ تک مکمل طور پر پرورش نہیں پاتے۔ ادھورے بچے کی صورت میں جنم لیتے ہیں۔

اجلاس کے اختتام پر ڈاکٹر وقار حسین نے ڈاکٹر زیدی سے کہا۔ "میں آپ سے کچھ وقت چاہتا ہوں۔"

"میں فیصل آباد سے آیا ہوں۔ یہاں میری کوئی مصروفیت نہیں ہے۔ وقت ہی وقت ہے۔ میرے ہوٹل کے کمرے میں چلیں۔ وہاں باتیں ہوں گی۔"

کمرے میں پہنچ کر ڈاکٹر وقار نے کہا "میں ایک صحت مند جوان کا طبی معائنہ کر رہا ہوں۔ وہ کیڑے مار دوائیں تیار کرنے والی ایک فیکٹری کا انچارج ہے۔ وہ دو بھائی ہیں۔ ایک بھائی اس شعبے میں ہوا کرتا ہے جہاں دوائیں تیار ہوتی ہیں اور دوسرا بھائی فیکٹری کے اس حصے کی نگرانی کرتا ہے جہاں وہ دوائیں مخصوص ڈبوں میں پیک کی جاتی ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کیا ان دواؤں کا اثر ان کے جسموں کے اندرونی حصوں میں ہو سکتا ہے؟"

ڈاکٹر زیدی نے کہا "ایک کیمسٹ کی زندگی بڑی پُرخطر ہوتی ہے۔ اگر وہ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی دوا کا مرکب تیار کرتے وقت ہر دوا کے تناسب کا صحیح حساب نہیں رکھے گا تو اپنی ذات کو کسی نہ کسی طور نقصان پہنچائے گا۔ آپ جن کی بات کر رہے ہیں' کیا وہ دونوں بھائی کیمسٹ ہیں؟"

"نہیں' انہوں نے ایک سند یافتہ کیمسٹ کو ملازم رکھا ہے۔ میں ان میں سے جس بھائی کا طبی معائنہ کر رہا ہوں اس کے تخلیقی جراثیم قدرے کمزور ہیں۔ شاید دوسرے بھائی کا کیس بھی ایسا ہی ہو کیونکہ وہ دونوں ایک ایک بچے کے باپ بن چکے ہیں لیکن کمزور تخلیقی جراثیم کے باعث دونوں کے بچے اندھے' اپاہج اور ایب نارمل تھے۔"

"سو سیڈ۔ آپ کی رپورٹ سے پتا چلتا ہے کہ وہ اپنی فیکٹری کی دواؤں کو زیادہ فروخت کرنے' زیادہ مال کمانے کے لیے دواؤں کے مرکبات میں زہر کا عنصر زیادہ رکھتے ہیں۔ کیمسٹ ان کا ملازم ہے۔ وہ ان کے احکامات کے مطابق یہی کرتا ہو گا۔"

"اجلاس میں آپ کی تفصیلی گفتگو سن کر میرے ذہن میں بھی یہی خیال آیا تھا۔"

"یہ تو موٹی عقل سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جب زہر کے اثرات اجناس' پھلوں اور سبزیوں کے اندر اور ان کے بیجوں کے اندر تک پہنچ سکتے ہیں تو پھر وہ زہر انسانی تخلیق کے بیج تک کیوں نہیں پہنچے گا؟ یہ وہ زہر ہے' جو مارتا نہیں ہے کیونکہ برائے نام اثرات ہوتے ہیں اس لیے محض جسمانی مریض یا اپاہج بنا دیتا ہے۔"

ڈاکٹر وقار حسین سر جھکا کر سوچنے لگا۔ بڑے افسوس کا مقام ہے۔ پہلے تو اتنا ہی سننے میں آتا تھا کہ بیوپاری مرچ مسالے میں ملاوٹ کرتے ہیں۔ گھی' تیل وغیرہ میں بھی یعنی ہر تیار شدہ شے میں ملاوٹ کر کے منافع دگنا کرتے ہیں لیکن اب تو اناج' پھل اور سبزیاں پوری طرح پیدا نہیں ہونے پاتیں اور ان میں مضر دوا کی ملاوٹ کر دی جاتی ہے۔

اس نے اسلام آباد پہنچ کر صاحب عالی کی تفصیلی میڈیکل رپورٹ لکھ دی۔ وہ سلطانہ کے ساتھ رازداری سے چیک اپ کرانے آیا تھا پھر اپنی رپورٹ لینے ڈاکٹر وقار کے پاس آیا تو ڈاکٹر نے اسے گھور کر دیکھا پھر پوچھا "آپ کیڑے مار دوا کو زود اثر بنانے کے لیے اسے بہت تیز اور زہریلی بنا دیتے ہوں گے تاکہ کیڑے فوراً مر جائیں اور دوسرے پیدا نہ ہوں؟"

صاحب عالی نے کہا "جی ہاں۔ یہ باتیں ہمارا کیمسٹ زیادہ جانتا ہے۔"

"لیکن وہ آپ کا ملازم ہے۔ آپ کے احکامات کے مطابق دواؤں میں کمی بیشی کرتا ہو گا۔"

"آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ دوائیں تیار کرتے وقت زہریلی گیس آپ کی سانسوں کے ذریعے آپ کے اندر جاتی رہی ہے۔"

"لیکن ہم تو ناک اور منہ پر ماسک پہن کر دوائیں تیار کرتے ہیں۔"

"صرف کپڑے کا ماسک پہنتے ہوں گے۔ آکسیجن ماسک تو نہیں پہنتے ہوں گے۔ کپڑے کا ماسک پہن کر اسی زہریلے ماحول میں سانس لیتے ہوں گے۔"

"جی ہاں۔ کیا میری رپورٹ کا اس معاملے سے تعلق ہے؟"

"ہے۔ اسی لیے پوچھ رہا ہوں۔ کیا آپ کا کیمسٹ شادی شدہ ہے؟ اگر ہے تو کتنے بچے ہیں؟"

"وہ لاولد ہے۔ اس کا پہلا بچہ مردہ پیدا ہوا۔ دوسرے بچے کی ولادت سے پہلے ہی اس کی بیوی مر گئی۔"

ڈاکٹر وقار نے سلطانہ کو دیکھ کر کہا "مسز عالی! آپ کا بھی یہی انجام ہو گا۔"

"نہیں ڈاکٹر! میں بہت محتاط زندگی گزار رہی ہوں اسی لیے میں نے ان کا چیک اپ کرایا ہے۔ آپ کی گفتگو سے پتا چل گیا کہ رپورٹ منفی ہے۔"

ڈاکٹر نے ایک بڑا سا لفافہ اس کے آگے میز پر رکھ کر کہا۔ "جی ہاں۔ رپورٹ منفی ہے۔ انہوں نے دوا کو زود اثر بنایا۔ خوب دولت کمائی لیکن نادانستگی میں خود اپنے لیے گڑھا کھودتے رہے۔"

وہ بولا "ڈاکٹر! میں شرمندہ ہوں۔ آئندہ کیمسٹ کے پاس اس وقت نہیں جاؤں گا' جب وہ دوائیں تیار کر رہا ہو گا۔"

"یعنی آپ خود کو بچائے رکھیں گے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کی دواؤں کے باعث اناج' پھل اور سبزیاں بھی انسانی صحت کے لیے ضرر رساں ہو جاتی ہیں؟"

صاحب عالی کا سر جھک گیا۔ ابتدا میں کیمسٹ نے یہی بتایا تھا جو ابھی ڈاکٹر کہہ رہا تھا۔ اس کی خبر صاحب عالی کو تھی۔ اس کے باوجود وہ اپنے چوہدری ابا کو زیادہ منافع دکھانے اور انہیں خوش کرنے کے لیے دوسروں کی زندگی عذاب کرتا رہا تھا اور اب خود عذاب میں مبتلا ہو گیا تھا۔

سلطانہ نے کہا "ڈاکٹر! میں وعدہ کرتی ہوں' وہ زہریلا کاروبار نہیں ہو گا۔ پلیز آپ یہ بتائیں کیا ان کا علاج ہو سکتا ہے؟"

"میرے پاس پہلی بار ایسا ایک مریض آیا ہے۔ میں اس کیس کی اچھی طرح اسٹڈی کروں گا۔ چند تجربہ کار ڈاکٹروں سے ڈسکس کروں گا۔"

"آپ ابھی کوئی دوا دیں گے؟"

"فی الحال تو ایک ہی دوا ہے کہ آپ اس فیکٹری سے دور رہیں اور دور ہی سے کیمسٹ کو زود اثر دوا تیار کرنے سے منع کریں۔ شاید میں ایک ہفتے بعد آپ کے علاج کی کوئی صورت نکال سکوں۔"

سلطانہ نے وہ بڑا سا لفافہ لیا۔ صاحب عالی نے ڈاکٹر کا بل ادا کر دیا پھر وہ دونوں اپنی کار میں بیٹھ کر لاہور کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر صاحب عالی سر تھامے بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر سلطانہ نے اسے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا "میری دانش مندی کام آ گئی۔ میں شادی سے پہلے خاندانی منصوبہ بندی کی ڈاکٹر سے رجوع نہ کرتی تو ابھی آپ کی طرح سر پکڑ کر بیٹھی ہوتی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟ میں فیکٹری اور زمینیں ہار جاؤں گا اور جناب عالی سب کچھ جیت لے گا۔"

"خاک جیت لے گا۔ وہ بھی آپ کی طرح اس مضر دوا کا مارا ہوا ہے۔ وہ بھی باپ نہیں بن سکے گا۔"

"یہ بھی تو سوچو کہ وہ لندن گیا ہوا ہے۔ بلقیس بانو بہت چالاک ہے۔ وہاں بڑے تجربہ کار ڈاکٹروں سے اس کا علاج کرائے گی۔"

"کرانے دو۔ اگر علاج کامیاب ہو گا اور اس کے باپ بننے کے آثار پیدا ہوں گے تو ہم بھی لندن جائیں گے۔"

"ہم کیوں انتظار کریں۔ ایک دو روز میں کیوں نہ لندن چلیں۔"

وہ چند لمحوں تک سوچتی رہی پھر بولی "ہم امریکا جائیں گے۔ میں واشنگٹن میں کافی عرصہ گزار چکی ہوں۔ وہاں میرے بہت سے شناسا ہیں۔ ان کے ذریعے کسی بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر کے پاس کامیاب علاج کے لیے پہنچ سکیں گے۔"

"کہیں بھی چلو مگر علاج میں دیر نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے تو یہ سوچ کر نیند نہیں آئے گی کہ جناب عالی کا علاج شروع ہو چکا ہو گا۔"

"آپ کو پوری نیند لینا چاہیے اور خوب کھانا پینا چاہیے ورنہ بھائی سے پیچھے رہنے کا صدمہ آپ کے علاج کے دوران نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "درست کہتی ہو۔ میں خود کو سنبھالوں گا اور مردانہ وار جناب عالی سے آگے نکلوں گا۔"

اگر گھر ایک ہو اور اسے اپنی ملکیت بنانے کے دو دعوے دار ہوں' ایک فیکٹری ہو اور اس پر قبضہ جمانے والے دو قبضہ گروپ ہوں' ایک ملک ہو اور اس کا حکمران بننے کے لیے دو امیدوار ہوں تو پھر یہ دو کا عدد گھر' فیکٹری اور ملک کے لیے منحوس ثابت ہوتا ہے۔

سلطانہ امریکا سے آئی تھی۔ واپس بھی جا سکتی تھی لیکن صاحب عالی کو ویزا نہیں ملا۔ کچھ ایسی پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں کہ اسے اپنے پنڈ واپس آنا پڑا۔ وہاں پتا چلا کہ بلقیس اور جناب عالی واپس آ چکے ہیں۔

سلطانہ اپنے ساس سسر کی حویلی میں رہ کر اپنے ادھورے بنگلے کو مکمل کرانے لگی۔ وہ ہر دوسرے تیسرے دن صاحب عالی کے علاج کے لیے شہر جاتی تھی۔ وہاں ایک دو روز رہ کر واپس آ جاتی تھی۔

اکثر ایسا ہوتا کہ بڑی حویلی میں ماں باپ سے ملنے کے لیے دونوں بھائی آتے تھے اور بڑی خاموشی سے ایک دوسرے کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے تھے۔ نظروں ہی نظروں میں بھانپنا چاہتے تھے کہ ان میں سے کوئی باپ بننے والا ہے یا نہیں؟

بلقیس اس سے کہتی تھی "کبھی اپنے بھائی کے پیچھے جاؤ۔ ذرا معلوم کرو کہ وہ کہاں اپنا علاج کرا رہا ہے؟"

"میں کسی جاسوس کی طرح تعاقب نہیں کر سکوں گا۔ ان کی نظروں میں آ جاؤں گا تو بڑی سبکی ہوگی۔"

"تم سے تو کچھ نہیں ہوگا۔ مجھے ہی کچھ کرنا ہوگا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' اس کا علاج کرنے والا ڈاکٹر ہمارے ڈاکٹر سے زیادہ تجربہ کار ہوگا؟"

"ہو سکتا ہے۔ تم تو دو مستند اور معتبر ڈاکٹروں کی باتیں کر رہے ہو۔ اس ملک میں کتنے ہی کپاؤنڈر جعلی سرٹیفکیٹ حاصل کر کے غریبوں کے علاقوں میں کلینک قائم کرتے ہیں اور ان کا کامیاب علاج کرتے ہیں۔ یا شاید غریبوں پر یہ نفسیاتی اثر ہوتا ہے کہ وہ کم سے کم پیسوں میں ڈاکٹری دوا کھا رہے ہیں کیونکہ اس دور میں ڈاکٹروں کی مہنگی فیس اور بازار سے مہنگی دوا خریدنی نہیں پڑتی۔ وہ نفسیاتی طور پر مطمئن ہو کر صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ تمہارے بھائی کا ڈاکٹر تمہارے ڈاکٹر سے کمتر ہو سکتا ہے لیکن مریض کو دوائیں اتنا صحت مند نہیں کرتیں' جتنا کہ مریض کا اپنا اعتقاد صحت مند کرتا ہے۔"

"تم درست کہہ رہی ہو لیکن بھائی مجھ سے پہلے صحت مند ہو جائے گا تو ہم کیا کر سکیں گے۔"

"یہ بھلا کیا ہوتا ہے۔ پوری طرح بھائی کہو۔"

"بھائی کہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا۔ بچپن سے بھا کہتا آیا ہوں۔"

"ادھوری باتیں کرتے ہو۔ ادھورے کام کرتے ہو اور ادھورے مرد ہو۔ پتا نہیں علاج میں کتنے مہینے اور سال لگیں گے۔ مجھے تو فیکٹری اور زمینیں ہاتھ سے نکلتی دکھائی دے رہی ہیں۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں فیکٹری اور زمینوں میں بھا سے۔ میرا مطلب ہے بھائی سے زیادہ حصے حاصل کروں گا۔"

وہ دونوں بھائی اب فیکٹری کی طرف یا زہریلے ماحول کی طرف نہیں جاتے تھے۔ صاحب عالی کیمسٹ کو حویلی میں بلا کر ضروری ہدایات دیا کرتا تھا۔ باپ نے پوچھا "بات کیا ہے' میں دیکھ رہا ہوں' تم دونوں فیکٹری میں زیادہ دلچسپی نہیں لے رہے ہو؟"

صاحب عالی نے کہا "میں اس کاروبار سے بیزار ہو گیا ہوں۔ آپ اگر مشورہ دیں تو اس کی جگہ فیکٹری میں کوئی دوسرا مال تیار کریں۔"

باپ نے جناب عالی سے پوچھا "تم کیا کہتے ہو؟"

"میں بھی فیکٹری نہیں جاتا۔ بس یہ بات دل میں بیٹھ گئی ہے کہ یہ موجودہ کاروبار ہمیں راس نہیں آ رہا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اچھا خاصا منافع حاصل ہو رہا ہے۔"

"صرف منافع کی بات نہ کریں۔ نحوست بھی کوئی چیز ہوتی ہے شاید کاروبار بدلنے سے نصیب بدل جائیں اور ہم صاحبِ اولاد بن جائیں۔"

باپ ... "کیڑے مار دوائیں تیار کرنے کا اولاد سے کیا تعلق ہے؟ کیا کیڑوں کے ساتھ اولاد بھی مر جاتی ہے؟"

دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھا۔ صاحب عالی نے کہا "ابا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ نے چاہا تو میں آپ کو اپنے بیٹے کا دادا بناؤں گا۔"

جناب عالی نے کہا "ابا! میں بھی میدان مارنے والا ہوں۔ آپ کو جلد ہی خوش خبری سناؤں گا۔"

یہ بات صاحب عالی کو چھری کی طرح لگی کہ پہلے کی طرح چھوٹا بھائی اس بار بھی پہلے ایک بیٹے کا باپ بنے گا۔ اس نے کہا "ابا! آپ کہتے ہیں یہ کیڑے مار دوائیں تیار کرنے کا کاروبار منافع بخش ہے۔ یہ جناب عالی جلد ہی خوش خبری سنانے والا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس خوشی میں آج ہی سے وہ فیکٹری پانچ برس کے لیے اس کے نام کر دیں۔ یہ روز فیکٹری جا کر منافع بڑھائے گا۔"

جناب عالی نے بھڑک کر کہا "کیڑے مار دوائیں میں کیوں تیار کراؤں؟ میں تمہیں وہ فیکٹری پانچ برس کے لیے دے رہا ہوں۔ تم تو مجھ سے زیادہ تجربہ کار دوا ساز ہو۔"

"میں تو پہلے ہی ابا سے کہہ چکا ہوں کہ کاروبار بدل دیا جائے۔ لہٰذا میں فیکٹری تھا سنبھالوں گا تو کاروبار بدل دوں گا۔"

باپ نے کہا "ہمارا تعلق زراعت سے ہے اور فصل تیار

ہونے تک کاشت کار کو کیڑے مار دوا کی ضرورت رہتی ہے۔ پھر بھلا اس سے بہتر کاروبار اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ ہمارے کھیتوں میں کپاس زیادہ ہوتی ہے۔ ہم ٹیکسٹائل ملوں کے لیے دھاگے تیار کر سکتے ہیں اور کپڑوں کے پرنٹ آرڈر کے مطابق ان دھاگوں کی رنگائی کا کام بھی منافع بخش ہوگا۔"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ دھاگے کی تیاری کے لیے ہمیں دوسروں سے کپاس نہیں خریدنی ہوگی۔ ہماری اپنی کپاس ہی کافی ہوگی۔"

"جناب عالی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پانچ برسوں کے لیے مجھے فیکٹری دے رہا ہے تو پانچ برس تک اس کے منافع میں اس کا حصہ نہیں ہوگا۔"

"میں ایسا احمق فراخ دل نہیں ہوں۔ جب تک ہماری اولاد نہیں ہوگی' فیکٹری صرف ابا کی رہے گی۔"

باپ نے کہا "بس! تم دونوں میرے سامنے یوں نہ لڑا کرو۔ میں پانچ برس تو کیا' پانچ گھنٹوں کے لیے بھی فیکٹری کے حقوق تم دونوں میں سے کسی کو نہیں دوں گا۔ جاؤ اور پہلے اپنی اولادیں پیدا کرو۔"

ایسے ہی وقت چودھرانی بڑی خوش خوش کمرے میں آئی پھر بڑے بیٹے صاحب عالی کی بلائیں لیتے ہوئے اپنے شوہر سے بولی۔ "مبارک ہو' بڑی بہو کو متلی ہو رہی ہے۔ وہ اچار کھا رہی ہے۔"

"کیا؟" دونوں بھائیوں نے بیک وقت حیرانی اور پریشانی سے پوچھا۔ چھوٹے بھائی جناب عالی کی پریشانی یہ تھی کہ اس کے مقابلے میں بڑا بھائی پہلے باپ بن رہا ہے اور صاحب عالی کی حیرانی یہ تھی کہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنے والی بھلا ماں کیسے بن سکتی ہے اور اگر بن رہی ہے تو یہ پریشانی کی اور شرم سے ڈوب مرنے کی بات ہے۔

چودھری نے کہا "فوراً دائی کو بلا کر تصدیق کرو۔"

چودھرانی نے کہا "میں تو یہی کرنا چاہتی تھی مگر آتی بڑی لکھی بہو کسی دائی کو نہیں مانتی ہے۔ وہ کہہ رہی ہے۔ ابھی صاحب عالی کے ساتھ شہر جا کر لیڈی ڈاکٹر سے معائنہ کرائے گی۔"

"چلو اچھی بات ہے۔ جاؤ بیٹے! بہو کو آرام سے لاہور لے جاؤ۔"

صاحب عالی وہاں سے اٹھ کر تیر کی طرح اپنے کمرے میں پہنچا۔ سلطانہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر غصے سے پاؤں پٹختا ہوا سلطانہ کے سامنے آ کر بولا "یہ میں کیا سن رہا ہوں؟"

وہ ہنسنے لگی تو اس نے کہا "تم میرے غصے کو بھڑکا رہی ہو۔"

"غصہ تو اس وقت آنا چاہیے' جب مجھ سے وہی سنو گے' جو کہہ کر آ رہے ہو۔"

وہ دوسری کرسی پر بیٹھ کر بولا "تم سے سننے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ کیا تم اپنے معائنے کے لیے میرے ساتھ شہر جانا نہیں چاہتی ہو؟"

"کیا دنیا میں جتنی عورتیں اچار کھاتی ہیں' وہ آٹھ یا نو ماہ بعد ماں بن جاتی ہیں؟"

"یعنی کہ تم ... تم یونہی اچار کھا رہی تھیں اور وہ جو متلی آ رہی تھی؟"

"وہ میں نے اپنی ساس کو یہی سمجھانے کے لیے ایکٹنگ کی تھی۔"

"مگر تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"میں نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ جناب عالی یہاں یہ سن گن لینے آتا ہے کہ تم باپ بننے والے ہو یا نہیں؟ آج اس کا یہ تجسس ختم ہو چکا ہے۔ اب وہ یہاں سے انگاروں پر چلتا ہوا اپنی بیوی کے پاس جائے گا۔ بیوی سنے گی تو کانٹوں کے بستر پر لوٹے گی۔ یا پھر غلط قدم اٹھائے گی۔"

"غلط قدم؟" اس نے سلطانہ کو دیکھا۔

وہ بولی "جو زر' زن اور زمین کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے وہ ان کے حصول کے لیے ناجائز طریقے اختیار کرتے ہیں۔ جناب عالی فیکٹری اور زمینوں کو ہارنا نہیں چاہے گا اور بلقیس عرف بلی امریکا کی آزاد سوسائٹی میں رہ کر آئی ہے۔ میں شرطیہ کہتی ہوں کہ وہ جناب عالی کی ہاری ہوئی بازی کو جیتنے کے لیے ایک بیٹا چور دروازے سے لائے گی۔"

صاحب عالی سوچ میں پڑ گیا پھر بولا "تمہاری یہ چال غلط ہے۔ بیٹا کسی طرح بھی آئے' اس کا فائدہ جناب عالی کو پہنچے گا۔"

"نہیں پہنچے گا۔ اس کا بیٹا ہوتے ہی تم جناب عالی کو دوبارہ طبی معائنے کے لیے چیلنج کرو گے۔ تمہارے ابا کو شبہ ہوگا تو وہ بھی تصدیق کرنا چاہیں گے تب بھید کھلے گا کہ اس نے جائیداد حاصل کرنے کے لیے بڑی بے غیرتی سے باپ کو دھوکا دیا ہے۔"

"ہوں۔ تم چال تو اچھی طرح چل رہی ہو لیکن تمہارے جھوٹ کا کیا ہوگا؟"

"ہم شہر جائیں گے۔ میں لیڈی ڈاکٹر سے رپورٹ لے لوں گی کہ یہ صرف ہمارا شبہ تھا۔ میں ماں بننے والی نہیں ہوں لیکن یہ رپورٹ ابھی تمہارے بھائی کو اور والدین کو نہیں دکھائی جائے گی۔ انہیں صرف زبانی کہا جائے گا کہ تم باپ بننے والے ہو۔ ہماری زبان پر سب یقین کریں گے لیکن جب جناب عالی سچ مچ اپنے باپ بننے کی خوش خبری سنائے گا تو میں لیڈی ڈاکٹر کی تحریری رپورٹ پیش کروں گی اور تم حقیقت بتاؤ گے کہ بھائی کے فریب کو ثابت کرنے کے لیے ہم نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔"

"واقعی تم کمال کی تدبیر پر عمل کر رہی ہو۔ اس طرح جناب عالی ابا کی نظروں سے گر جائے گا۔ میری قدر بڑھ جائے گی۔ وہ وصیت میں شاید تھوڑی بہت زمینیں اس کے نام لکھ دیں گے لیکن زیادہ تر زمینیں اور فیکٹری میرے نام کر دیں گے۔"

انہوں نے سفر کی تیاری کی۔ پھر ایک گھنٹے کے اندر ہی وہ کار

میں بیٹھ کر لاہور روانہ ہو گئے۔ لاہور جانے کا راستہ فیکٹری کے سامنے سے گزرتا تھا۔ جناب عالی کی کار اس راستے پر کھڑی ہوئی تھی اور وہ کار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں رکنے کو کہا۔ صاحب عالی نے قریب پہنچ کر کار روک دی۔ وہ کار کی کھڑکی کے پاس آ کر بولا "تمہارے ماں باپ اتنی بڑی خوش خبری سن کر بہت خوش ہیں لیکن مجھ سے فراڈ نہیں چھپ سکے گا۔ میں جوابی کارروائی کروں گا۔ تم شہر سے واپس نہیں آؤ گے۔ اس سے پہلے میں ابا کو لے کر وہاں پہنچوں گا اور تمہیں مجبور کروں گا کہ تم اپنا میڈیکل چیک اپ کراؤ۔ یہ چیک اپ ابا... کی نگرانی میں ہو گا۔ یہ نگرانی میں اور ابا ایک خاص ڈاکٹر کے تعاون سے کریں گے۔"

سلطانہ نے کہا "تم نہایت ہی بے غیرت ہو۔ مجھے یعنی اپنی بھابی کو بدچلن سمجھ کر اپنے بھائی کا چیک اپ کرانا چاہتے ہو؟"

وہ بولا "ابھی آپ مجھے بے غیرت کہہ لیں۔ جب میڈیکل رپورٹ سے ثابت ہو جائے گا کہ واقعی میرے یہ بھائی صاحب باپ بننے کے قابل ہو چکے ہیں تو میں آپ دونوں سے معافی مانگ لوں گا۔"

صاحب عالی نے کہا "تم مجھ سے ایک برس چھوٹے ہو۔ چھوٹے ہی رہو گے۔ دوسرے لفظوں میں بچے ہی رہو گے اور بچے باپ نہیں بنتے۔ ڈاکٹر قادر زمان لاہور کے چند مستند اور معتبر ڈاکٹروں میں سے ایک ہیں۔ اتنے بڑے ڈاکٹر کی رپورٹ کو جھٹلاؤ گے تو وہ برسوں کی طبی خدمات کی توہین کرنے کے سلسلے میں قانونی اقدامات کرے گا اور ہم اس سے تعاون کریں گے۔ اس طرح تمہارے اچھے بھی دوبارہ میرا میڈیکل چیک اپ نہیں کرا سکیں گے۔ جاؤ بچے! اپنی بیوی کی گود میں سر رکھ کر ماتم کرو۔"

یہ کہہ کر اس نے کار اسٹارٹ کی پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا بھائی کو پیچھے چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ انہیں دور تک جاتا دیکھتا رہا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ اپنی کار میں بیٹھ کر اپنے پنڈ کی حویلی میں آیا۔ بلقیس عرف بلی کس نے اس کا موڈ خراب دیکھ کر پوچھا "آر یو آل رائٹ؟ یہ موڈ کیوں آف ہے؟"

"تمہارے لیے بری خبر ہے۔ سلطانہ بھابی ماں بننے والی ہیں۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں۔ میں نے انہیں چیلنج کیا تھا اور کہا تھا کہ بھائی کا دوبارہ طبی معائنہ کرایا جائے گا۔ بھائی نے بتایا ہے کہ ڈاکٹر قادر زمان کی میڈیکل رپورٹ کو جھٹلانے کی کوشش کی جائے گی تو اس کی برسوں کی طبی خدمات کی نفی کرنے سے وہ سب قانونی اقدامات کریں گے۔"

بلقیس ہنسنے لگی۔ اس نے پوچھا "اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

وہ بولی "ہم نے بھی لندن کے ایک معتبر ڈاکٹر سے جو رپورٹ حاصل کی ہے' اس رپورٹ کے مطابق تم باپ بن سکتے ہو جبکہ نہیں بن سکتے۔ تمہارا علاج رازداری سے جاری ہے۔ تم نے پوچھا تھا کہ ابھی تم باپ بننے کے قابل نہیں ہو پھر میں تمہارے حق میں ایسی رپورٹ کیوں حاصل کر رہی ہوں۔"

"ہاں۔ پچیس ہزار پاؤنڈ کوئی معمولی رقم نہیں ہے لیکن تم نے اتنی بڑی رقم رشوت کے طور پر دے کر میرے حق میں میڈیکل رپورٹ حاصل کی لیکن فائدہ کیا ہو گا۔ وہ رپورٹ مجھے باپ تو نہیں بنا سکے گی؟"

"کیا ڈاکٹر قادر زمان کی رپورٹ تمہارے بھائی کو باپ نہیں بنا رہی ہے؟"

"بھلا میڈیکل رپورٹ کیسے باپ بنا سکتی ہے۔ سلطانہ بھابی لاہور گئی ہیں اور لیڈی ڈاکٹر سے تصدیق کرائیں گی۔ بھائی میرے مقابلے میں باپ بن کر ابا کی زمینیں اور وہ فیکٹری جیت لے گا۔ جب باپ بننے کا سلسلہ شروع ہو گا تو وہ ہر برس دو برس میں بیٹے پیدا کرتا رہے گا۔ ہمیشہ بیٹے نہ بھی ہوئے تو وہ وراثت اور بزرگوں کی نسل کو آگے بڑھانے کا انعام حاصل کرتا رہے گا۔"

"تم سلطانہ کی مکاری کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ وہ امریکا میں کچھ عرصے تک ماڈل گرل رہی ہے۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی ہے۔ کیا یہاں ایک گھاٹ سے دوسرے گھاٹ کا پانی نہیں پی سکتی؟"

"تمہاری باتیں کچھ کچھ میں آ رہی ہیں۔"

"تعجب ہے کہ اب بھی تم کچھ کچھ سمجھ رہے ہو۔ کیا عقل کام نہیں کر رہی ہے کہ تم دونوں بھائی ان دواؤں سے متاثر ہو۔ جب تمہارا کامیاب علاج ہونے کی ضمانت نہیں ہے تو تمہارے بھائی کی کیا ضمانت ہے؟ جب میں لندن کے ایک معتبر ڈاکٹر کو رشوت دے سکتی ہوں تو کیا سلطانہ نے ڈاکٹر قادر زمان کو لاکھ دو لاکھ میں خریدا نہیں ہو گا؟ کیا مجھے یہ کر کے سمجھانا ہو گا کہ تمہارے بھائی کو سلطانہ باپ بنا رہی ہے۔ میڈیکل رپورٹ محض ایک لیبل ہے۔"

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا' پھر بولا "تو بھائی دولت اور جائداد حاصل کرنے کے لیے بڑا زبردست فراڈ کر رہا ہے۔"

"دولت' قوت اور برتری حاصل کرنے کے لیے جو بھی ناجائز اقدامات کیے جاتے ہیں' انہیں حکمت عملی کہا جاتا ہے۔ تمہارا بھائی فیکٹری پر اقتدار حاصل کرنے کے لیے سلطانہ سے ووٹ حاصل کر رہا ہے۔ وہ تو جیت جائے گا۔ تم فیکٹری کے الیکشن میں ہار جاؤ گے۔"

"میں تو منہ کی کھا رہا ہوں۔ اس کا فریب ثابت نہیں کر سکوں گا اور اپنے اسی ایک پنڈ کی زمینوں تک محدود رہ جاؤں گا۔"

"یہ تمہارے لیے فیصلے کی گھڑی ہے۔ تمہیں برتری چاہیے یا کمتری؟"

"میں کمتر نہیں رہوں گا۔ بھائی سے زیادہ حصہ حاصل کروں گا۔"

"تو پھر تمہیں باپ بننا ہو گا۔"

"آں؟" وہ اپنی بلی کا منہ تکنے لگا۔

وہ صوفے پر آرام سے ٹیک لگا کر بولی "عقل سے سوچو' وہ فیکٹری پر قبضہ جمانے کے لیے ایک ووٹ حاصل کرے گا۔ تم فیکٹری سے بھی جاؤ گے اور اپنے باپ کی میلوں تک پھیلی ہوئی زمینوں سے بھی محروم ہو جاؤ گے۔"

اس نے تلملا کر سینٹر ٹیبل کو ایک طرف سے اٹھا کر دوسری طرف پھینکتے ہوئے کہا "میں باپ بنوں گا۔ ضرور بنوں گا' اسے منہ توڑ جواب دوں گا۔"

"غصہ کیوں دکھا رہے ہو۔ یوں ہنگامہ کرو گے تو ظاہر ہو جائے گا کہ باپ نہیں بن رہے ہو بلکہ بیٹا کہیں سے امپورٹ کر رہے ہو۔"

"مجھے یہ سوچ کر غصہ آ رہا ہے کہ وہ میرا خون نہیں ہو گا۔"

"میلوں دور تک پھیلی ہوئی زمین میں تمہارے آباؤ اجداد کا خون ہے۔ کیا اس خون کو رائگاں جانے دو گے؟ تمہارا بھائی یہ اعزاز حاصل کرتا رہے گا کہ وہ اپنے خون سے باپ دادا کی نسل کو آگے بڑھا رہا ہے۔ ان حالات میں تمہیں کس خون کا حساب کرنا چاہیے؟"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ بلقیس نے کہا "ایک بات میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ جب تخت و تاج حاصل ہو سکتا ہے تو اسے کوئی چھوڑنا نہیں چاہتا پھر شادی سے پہلے ہم نے معاہدہ کیا تھا کہ جب ہمارے مزاج مختلف ہو جائیں گے' ہم ایک دوسرے کے لیے ناپسندیدہ ہو جائیں گے تو کسی حیل و حجت کے بغیر طلاق لے دے کر علیحدہ ہو جائیں گے۔"

"یہاں معاہدے کا ذکر کیوں کر رہی ہو۔ موجودہ مسئلہ کیسے حل ہو گا۔ اس مسئلے کی بات کرو۔"

"مسئلہ تمہارے لیے ہے۔ میرے لیے تو نہیں ہے کیونکہ میں ماں بننے والی ہوں۔"

"کیا؟" اس نے ایک دم سے چونک کر اسے دیکھا۔

"میں انگریزی نہیں' اردو بول رہی ہوں۔ میں امریکا کی ایسی آزاد سوسائٹی میں رہ کر آئی ہوں جہاں لڑکیاں پر کے بغیر پرواز کرتی ہیں۔ میں اس پنڈ کی مٹھی بھر زمین تک محدود نہیں رہوں گی۔ تمہارے باپ کی زیادہ سے زیادہ جائداد حاصل کروں گی۔ اگر تمہیں منظور ہے تو جیت تمہاری ہی ہو گی۔ نامنظور ہے تو مجھے طلاق دے دو۔ تمہارے نام سے جو بیٹا پیدا ہونے والا ہے' وہ نہیں ہو گا۔ اب تو بڑی سہولتیں حاصل ہیں۔ فیصلہ کرو' ٹو بی آر ناٹ ٹو بی....؟"

یہ کہنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ دراصل بیوی کی موجودگی میں سر جھکا ہوا تھا۔ مردانگی کو ذرا ٹھیس پہنچ رہی تھی۔ اس کے جاتے ہی احساس ہوا کہ بازی پلٹ گئی ہے۔ بھائی کی طرح اس کی رائفل میں بھی ایک گولی ہے' جو نو ماہ بعد دھماکے سے چلے گی۔

شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ حویلی کے اندر تاریکی زیادہ تھی۔ ایک ملازم نے آ کر لائٹ آن کی۔ اس نے ملازم سے کہا "ہمارے پنڈ کی دائی کلثوم کو فوراً بلا کر لاؤ۔"

ملازم نے حکم کی تعمیل کی۔ بیس منٹ کے اندر دائی آ گئی۔ اس نے کہا "ہماری حویلی میں شاید خوشیاں آنے والی ہیں۔ مالکن کے کمرے میں جاؤ اور معائنہ کر کے تصدیق کرو۔"

دائی کلثوم وہاں سے بیڈ روم کی طرف چلی گئی۔ وہ انتظار کرنے لگا۔ وہ اندر سے بہت زیادہ خوش تھا لیکن کوئی بات اسے کھٹک رہی تھی اس لیے وہ مسرتوں کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔

دائی کلثوم نے آ کر کہا "چھوٹے مالک! مبارک ہو۔ آپ باپ بننے والے ہیں۔ دوسری دلہن کی پہلی خوش خبری سنا رہی ہوں۔ آپ تو نخی داتا ہیں۔"

اس نے جیب سے پانچ سو روپے کا نوٹ نکال کر اسے دیا پھر ڈرائیور کو بلا کر کہا "مائی کلثوم کو ابا کی حویلی میں لے جاؤ۔ یہ انہیں خوش خبری سنائے گی۔ تمہارے ساتھ مزید دو گاڑیوں میں مسلح کارندے ہوں گے۔ انہیں خوش خبری سنانے کے بعد وہ ہوائی فائرنگ کریں گے اور بھنگڑا ڈالیں گے۔ ڈھول باجے بھی ساتھ لے جاؤ۔"

وہ مائی کلثوم کے ساتھ چلا گیا۔ جناب عالی صوفے سے اٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بیڈ روم میں آیا۔ اس کی بلی بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔ وہ بیڈ کے سرے پر آ کر بیٹھ گیا پھر بولا "تم واقعی بلی ہو۔ تم نے صحیح وقت پر میرے بھائی کو پنجہ مارا ہے۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں لیکن ایک بات مجھے پریشان کر رہی ہے۔"

"میں تمہاری ہر پریشانی کا علاج ہوں۔ بولو کیا بات ہے؟"

وہ ذرا ہچکچاتے ہوئے بولا "وہ... وہ پتا نہیں کون ہے؟ میں اسے نہیں جانتا مگر وہ تو جانتا ہے کہ میں اس کی چیز اپنے نام کر رہا ہوں۔ وہ میری لاعلمی میں مجھے کمتر سمجھے گا۔"

"میں تمہارے احساسات کو اچھی طرح سمجھ رہی ہوں اور ایسی نادان نہیں ہوں کہ اپنے اور تمہارے درمیان کسی رازدار کو برداشت کروں۔ اس لیے میں نے جو سوچا ہے' اس پر تمہیں عمل کرنا ہو گا۔"

"تم نے کیا سوچا ہے؟"

"تم پرسوں شکار کا پروگرام بناؤ۔ میں ایک مہمان کے ساتھ شکار پر چلوں گی۔ تم اس مہمان کو شکار کرو گے۔ اس پر مٹی ڈالو گے پھر ہم واپس آ جائیں گے۔"

جناب عالی نے خوش ہو کر اسے گلے سے لگا لیا۔

سلطانہ اور صاحب عالی دو دن بعد اپنے بنگلے میں آئے تو پتا چلا کہ چوہدری عالی حاکم کے گھر میں چراغاں ہو رہا ہے۔ شادیانے بج رہے ہیں۔ خوشیاں منائی جا رہی ہیں کیونکہ چوہدری کے دونوں بیٹے باپ بننے والے تھے اور وہ دونوں بیٹوں کی طرف سے دادا بننے والا تھا۔

سلطانہ اور صاحب عالی کے لیے یہ اطلاع خلاف توقع تھی۔ وہ بولا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم جھوٹی خوش خبری سنا کر شہر گئے۔ ادھر

جناب عالی نے بھی اچانک خوش خبری سنادی ہے۔ کیا وہ بھی ہماری طرح جھوٹ بول رہا ہے یا اچانک آسمان سے اس کی بیوی کی گود میں بچہ آنے والا ہے؟"

سلطانہ نے کہا "وہ کتنے دن جھوٹ بولے گا؟ اگر بعد میں یہ کہا جائے گا کہ حمل ضائع ہوگیا ہے تو جناب عالی کے بارے میں یہ تصدیق ہوجائے گی کہ وہ پہلے کی طرح باپ اس لیے نہیں بن سکا کہ ابھی اس کے اندر نقص باقی ہے۔"

"میں اپنے بھائی کو خوب جانتا ہوں۔ وہ اپنی کسی قسم کی بھی کمزوری ظاہر کرنے کی حماقت نہیں کرے گا۔ وہ یقیناً باپ بن رہا ہے۔ تم نے درست کہا تھا کہ میرے باپ بننے کی بات سنتے ہی وہ فراڈ کرے گا اور چور دروازے سے باپ بنے گا۔"

"ہاں۔ میں نے یہ کہا تھا لیکن ہماری طرف سے اعلان ہوتے ہی اس نے بھی کیسے اعلان کردیا؟ کیا جب چاہیں اعلان کرکے بچے پیدا کیے جاسکتے ہیں؟"

"ایسا تو نہیں ہوتا مگر ہو رہا ہے۔"

"اس لیے ہو رہا ہے کہ بلقیس پہلے سے وارث پیدا کرنے کی راہ پر چل چکی تھی۔ وہ شاید چند روز میں خوشخبری سناتی لیکن اس نے فوری جوابی کارروائی کردی۔"

"ہمیں ابھی ابا کی حویلی میں جاکر ان کے فراڈ کو ظاہر کرنا چاہیے۔"

"ہم فراڈ کیسے ثابت کریں گے۔ جس طرح ہم نے رشوت دے کر تمہارے باپ بننے کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا ہے اسی طرح وہ بھی لندن سے مکمل تیاریوں کے ساتھ آئے ہوں گے۔"

"لیکن میں باپ نہیں بن رہا ہوں۔"

"آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں۔ وہ تو بن رہا ہے۔ کیا ہم لندن سے لائی ہوئی میڈیکل رپورٹ کو جھٹلا سکیں گے؟"

"مگر تم نے تو کہا تھا کہ ہم اس کے فراڈ کا پول کھول دیں گے۔"

"ہاں۔ مگر میں نے شہر جاتے ہوئے سوچا کہ جب وہ ہمارا پول نہیں کھول سکے گا تو ہم بھی اسے فریبی ثابت نہیں کرسکیں گے۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بازی جیت رہا ہے۔ فیکٹری اور زمینوں کا وارث پیدا کر رہا ہے۔"

"صرف اتنا ہی نہیں' اس کے باپ بن جانے کے بعد تمہارے متعلق یہ رائے قائم کرلی جائے گی کہ تم کبھی باپ بننے کے قابل نہیں ہو اور جیسا کہ علاج سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تمہیں اس قابل ہونے کے لیے نہ جانے کتنے برسوں تک علاج کروانا ہوگا۔ پھر برسوں کے بعد بھی کامیابی کی ضمانت نہیں ہے۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا "نہیں۔ میری بڑی سبکی ہوگی۔ میں اپنے اس چھوٹے سے پنڈ تک محدود ہوکر رہ جاؤں گا۔"

"لیکن میں... محدود نہیں ہونا چاہوں گی۔ اگر تم فیکٹری اور اپنے ابا کی زمینوں سے محروم ہوجاؤ گے تو تمہارے تھوڑے سے کھیتوں کی آمدنی کیا ہوگی؟ اس سے زیادہ میں ماڈلنگ میں کمایا کروں گی۔ کیا تم اتنے بڑے جاگیردار کے بیٹے ہوکر مجھے ماڈل گرل بنانا چاہو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ فضول باتیں نہ کرو۔ سوچو کہ میرے مسئلے کا حل کیا ہوگا؟"

"حل ایک ہی ہے کہ ہمارے بیٹے کو بھی ابا کی جائداد میں برابر کا حصہ ملے۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ بیٹا کہاں سے آئے گا؟"

"میں یہ تو نہیں جانتی کہ بیٹا ہوگا یا بیٹی؟ مگر آپ باپ بننے والے ہیں۔ میں یونہی اچار نہیں کھا رہی تھی۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں نے معلوم کرلیا تھا کہ بلقیس ہفتے میں دو تین دن کے لیے اپنے میکے کیوں جاتی ہے۔ چنانچہ میں بھی ایک دو دن کے لیے شہر جانے لگی۔ جب آثار پیدا ہوئے تو میں نے یہ چال چلی کہ پہلے بلقیس کی طرف سے سچ مچ ماں بننے کا اعلان ہو۔ اس اعلان کے بعد آپ بھی مقابلتاً باپ بننا چاہیں گے یا مجھے طلاق دے دیں گے۔ بہرحال میں بازی ہار کر ایسے چھوٹے سے پنڈ میں نہیں رہوں گی۔ یہاں آپ کی پہلی بیوی راشدہ کا حصہ زیادہ ہے۔ میرے لیے بہتر ہوگا کہ میں طلاق لے کر امریکا واپس چلی جاؤں۔"

وہ خاموش ہوکر اسے دیکھنے لگی۔ وہ سر جھکائے گہری سوچ میں تھا۔ سلطانہ نے کہا "آپ میرے بارے میں کچھ نہ سوچیں۔ میں بڑی خاموشی سے مکھن کے بال کی طرح آپ کی زندگی سے نکل جاؤں گی۔ آپ صرف اپنی سوچیں کہ بھائی کے مقابلے میں قوت اور برتری چاہتے ہیں یا نہیں؟ اتنی بڑی جاگیر اور فیکٹری میں زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟"

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا پھر اس سے منہ پھیر کر بولا "تم نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے لیکن مجھے بھائی کے مقابلے میں گرنے نہیں دیا ہے۔ اپنی عزت کو داؤ پر لگا کر مجھے پوری جاگیر میں عزت دے رہی ہو۔"

"اگر میں ایسا نہ کرتی تو آپ آئندہ جاگیردار بھائی کے سامنے محض ایک چھوٹے سے زمیندار بن کر رہ جاتے۔ اس میں میرا بھی فائدہ ہے۔ میں دولت سے کھیلتی آئی ہوں۔ یہاں بھی ان بچوں کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی گزاروں گی جو آپ کے نام سے پہچانے جائیں گے۔"

"مجھے عزت تو مل رہی ہے لیکن وہ کون ہے جو مجھے تضحیک آمیز نظروں سے دیکھتا رہے گا اور مجھے خبر تک نہیں ہوگی۔"

"غلاموں کی کیا مجال ہے کہ آنکھ اٹھا کر بھی دیکھیں۔ وہ گونگا' غریب اور ان پڑھ ہے۔ کچھ لکھ کر بھی کسی سے کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ میں اسے ماہانہ دو ہزار روپے تنخواہ دیتی ہوں۔ وہ آپ کے بارے میں یہ جان ہی نہیں سکتا کہ آپ کسی بڑے ڈاکٹر کے زیر علاج ہیں۔ وہ تو آپ ہی کو میرے بچوں کا باپ سمجھے گا پھر یہ تو قانونی حقیقت ہے کہ عورت جسے اپنے بچوں کا باپ کہے گی وہی باپ کہلائے گا۔"

اسے شرم آرہی تھی۔ وہ منہ پھیر کر تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا پھر اپنے بستر پر گر پڑا۔ تکیہ سر کے نیچے رکھا جاتا ہے۔ اس نے اپنے منہ پر رکھ لیا۔ جب ایک طرف سے شرم آرہی ہو اور دوسری طرف سے دولت کی بارش ہورہی ہو اور شرم وحیا کے حق میں دولت ٹھکرائی نہ جارہی ہو تو خاموشی اختیار کرلی جاتی ہے۔ اس طرح دولت کی بارش میں شرم و حلق بہتی چلی جاتی ہے۔

سلطانہ نے اسے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ وہ جانتی تھی' تاجر اپنی تجارت نہیں چھوڑتا اور جاگیردار اپنی جاگیردارانہ حکمرانی سے باز نہیں آتا۔ اسی طرح وہ بھی مردانگی کے حوالے سے ذرا توہین محسوس کرے گا پھر اسی راہ پر آجائے گا' جہاں بھائی بھائی کو زیر کرنے سے پہلے شرم کو مارتا ہے۔

پھر یہی ہوا۔ صاحب عالی دو چار روز چپ چپ سا رہا۔ کوئی کام کی بات ہوتی تو سلطانہ کی باتوں کا ہوں ہاں میں جواب دیتا تھا۔ پہلے نیم دلی سے "ہاں" کی جاتی ہے پھر رفتہ رفتہ اسی ہاں پر دریا دلی سے عمل ہونے لگتا ہے۔ اپنے ابا کی حویلی میں والدین اور بھائی کے سامنے اس کا سینہ فخر سے تن جاتا تھا۔ سلطانہ نے اسے کسی کی نظروں میں کمتر نہیں ہونے دیا تھا۔ اب دونوں بھائیوں کے ووٹ برابر تھے لیکن دولت' جائداد اور اقتدار کے حصول میں برابری نہیں ہوتی۔ آئندہ انہیں زیادہ زمینوں کی فتوحات کے لیے اور فیکٹری میں اپنے اپنے ارکان بچوں کی تعداد بڑھانی تھی۔ جس کے بیٹے زیادہ ہوتے' فیکٹری میں اسی کا بول بالا ہوتا۔

وہ اکثر دن کے وقت اپنی پہلی بیوی راشدہ سے ملنے' اس کی خیریت معلوم کرنے اور اس کی ضروریات پوری کرنے جاتا تھا اور شام سے پہلے واپس آجاتا تھا کیونکہ اپنی اس بیوی کے ساتھ راتیں گزارنے کا رشتہ نہیں تھا۔ اس نے ایک بار کہا تھا "اب بولو راشدہ! میں نے درست کہا تھا کہ مجھے میڈیکل چیک اپ کی ضرورت نہیں ہے لیکن تم بضد تھیں' غلطی پر تھیں۔ تمہاری سوکن ثابت کررہی ہے کہ تم نے علیحدگی اختیار کرکے نادانی کی ہے۔"

راشدہ نے کہا "میں بھی آپ کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ سلطانہ بھی بننے والی ہے۔ آپ نے مجھ سے ہونے والے بچے کا انجام دیکھ لیا۔ میری دعا ہے کہ سلطانہ کے ساتھ ایسا نہ ہو اور آپ کو اولاد کی بھرپور مسرتیں ملتی رہیں۔"

جب وہ حویلی سے واپس آتا تو اسے راشدہ کی سادگی اور شرافت متاثر کرتی تھی۔ وہ جب اس کی اولاد کی سلامتی کے لیے دعائیہ الفاظ ادا کرتی تھی تو صاحب عالی کو ندامت سی ہوتی تھی پھر وہ خود کو سمجھاتا تھا کہ دولت اور اقتدار کے لیے جنگ لڑتے وقت شرافت اور تہذیب کا چھوڑنا رہتا ہے۔

آخر وہ خوشی کی گھڑیاں آگئیں جن کا برسوں سے انتظار تھا۔ پہلے سلطانہ نے صاحب عالی کو ایک بیٹے کا باپ بنادیا۔ بیٹا صحت مند تھا اور اس میں کسی طرح کا نقص نہیں تھا۔ اس کے دادا عالی حاکم کی حویلی میں خوب آتش بازیاں ہوئیں۔ دو دن تک ڈھول باجے اور ناچ گانے ہوتے رہے۔ چودھرانی نے پوتے کو چوم کر کہا "ماشاء اللہ! بالکل اپنے باپ پر گیا ہے۔ اس کی پیشانی اور ناک تو بالکل صاحب عالی جیسی ہے۔"

سلطانہ اور صاحب عالی نے ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھا۔ چودھری عالی حاکم نے چودھرانی سے بچے کو لے کر پیار کرتے ہوئے کہا "بیگم! اصل چیز تو ناک ہے۔ آج ہمارے پوتے نے ہماری ناک اونچی کردی ہے۔ ہم تو پچھلی بار مایوس ہوگئے تھے مگر اب ہمارا خاندانی شجر پھلتا پھولتا اور آگے بڑھتا رہے گا۔"

صاحب عالی چونکہ باپ تھا لہٰذا اسے بھی بچے کو گود میں لینا تھا۔ ابھی وہ اسے چھونے کے لیے ذہنی طور پر مائل نہیں ہو رہا تھا لیکن دادا نے اپنے پوتے کو اس کی طرف بڑھایا تو اسے ہاتھوں میں لینا پڑا۔ انسان کے طرز عمل سے اس کے حساس ہونے اور بے حس ہونے کا پتا چلتا ہے۔ بچے کو لیتے ہی اسے محسوس ہوا کہ کسی دوسرے کا تھوک اس کے دونوں ہاتھوں میں آگیا ہے۔ سلطانہ بستر پر لیٹی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی اور اس کی کشمکش کو سمجھ رہی تھی۔ اس نے فوراً کہا "ابا کے وعدے کے مطابق ہمارا بیٹا آج سے فیکٹری کا پہلا حصے دار ہے۔ آپ نے اپنے ہاتھوں میں فیکٹری کی چابی لے رکھی ہے۔ اس چابی کو چوم لیں۔"

یہ ایسی بات تھی کہ بے حسی غالب آگئی اور اس نے بچے کو چوم لیا۔ گٹر سے اقتدار کی چابی ملے تو اسے دھو کر چمکایا جاسکتا ہے۔ گٹر کا کیا ہے وہ تو ایک ہی جگہ رہتا ہے۔ چابی بہت دور تک' بہت بلندیوں تک پہنچاتی ہے۔

ایک ماہ بعد دوسری بہو کی زچگی کا وقت آیا۔ حویلی میں پھر خوشیاں منانے کا اہتمام کیا گیا۔ بلقیس بہت پہلے سے ضد کررہی تھی کہ اس کی زچگی اپنے میکے میں ہوگی۔ بلقیس کے والدین نے بھی یہی ضد کی۔ چودھری عالی حاکم اپنی خاندانی روایات کے مطابق اپنی حویلی میں دوسرے پوتے کی ولادت چاہتے تھے۔ جناب عالی نے بلقیس سے کہا "کیوں خواہ مخواہ ضد کررہی ہو۔ میرے ابا کی خوشی پوری کردو۔"

وہ بولی "میں اپنا اور تمہارا بھلا برا سمجھ کر جو کہہ رہی ہوں اس پر غور کرنا چاہیے۔ فرض کرو' تقدیر نے ہمارا ساتھ نہ دیا اور بچہ نارمل نہ ہوا تو تم پھر بازی ہار جاؤ گے۔ میرے میکے میں ممی اور پاپا نے سارے انتظامات کررکھے ہیں۔ وہاں ہماری جاگیر میں چار غریب عورتیں آج کل مائیں بننے والی ہیں۔ ان چاروں کو ان کے شوہروں کے ساتھ نجی جیل میں قید کروایا گیا ہے۔ ہم جاگیرداروں کی نجی جیلیں ایسے وقت بڑے کام آتی ہیں۔"

یعنی ہمارا بچہ نارمل نہ ہوا تو ان عورتوں میں سے کسی کے صحت

مند بچے سے اسے تبدیل کر دیا جائے گا؟"

"ہاں۔ اگر تمہاری چودھرانی ماں بھی وہاں رہے گی تو اسے پتا نہیں چلے گا کیونکہ لیڈی ڈاکٹرز زچگی کے وقت انہیں اندر نہیں آنے دے گی۔"

جناب عالی نے باپ کے پاس آ کر کہا "آپ جانتے ہیں بلقیس مغربی ماحول میں رہ کر آئی ہے۔ وہ پنڈ کی ان پڑھ دائی پر بھروسا نہیں کر رہی ہے۔ اس کے میکے میں بہت تجربہ کار لیڈی ڈاکٹرز اور نرسوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ یہاں کچھ اونچ نیچ ہو گی تو کسی کا کچھ نہیں جائے گا' میرا نقصان ہو گا۔"

باپ نے اجازت دے دی۔ چودھرانی بیٹے کے ساتھ بہو کے میکے چلی گئی۔ وہاں پہنچنے کے تیسرے دن جب زچگی کا وقت آیا تو بیٹے نے ماں کو جائے نماز پر بٹھا دیا اور کہا "بے بے! نمازیں پڑھنے کے بعد پوتے کے لیے دعائیں مانگنا اور یہاں بیٹھ کر اس وقت تک تسبیح پڑھتی رہنا جب تک کہ میں تیرے پاس آ کر خوش خبری نہ سناؤں۔"

ماں بیٹے کی باتوں میں آ گئی۔ یوں بھی وہ عبادت اور دعائیں مانگنے کے سوا کیا کر سکتی تھی۔ شہری لیڈی ڈاکٹرز نے کہہ دیا تھا کہ اس کی ڈیوٹی کے دوران کوئی مداخلت نہ کرے۔

کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا تھا۔ اس بند دروازے کے پیچھے بلقیس نے ایک صحت مند بیٹی کو جنم دیا۔ اس کے صحت مند اور نارمل ہونے سے ماں باپ بازی نہیں جیت سکتے تھے۔ وہ بچی ایک کھوٹا سکہ تھی۔ فیکٹری اور زمینیں نہیں خرید سکتی تھی۔ ایک آیا اسے پچھلے دروازے سے لے گئی پھر چند منٹ بعد ہی ایک صحت مند بیٹے کو لے آئی لیکن وہ ماں باپ اور دادا دادی کی طرح گورا یا صاف ستھرے رنگ کا نہیں تھا۔ گہرا سانولا تھا۔ دور سے کچھ کالا سا نظر آتا تھا۔

اس کمرے میں پہلے چپکے سے جناب عالی کو بلایا گیا۔ لیڈی ڈاکٹرز نے کہا "بیٹی ہوئی تھی' اس کی جگہ یہ بیٹا لایا گیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "مگر یہ۔ یہ تو ہم میں سے نہیں لگتا ہے۔ یہ کالا ہے۔"

"کالا نہیں' سانولا ہے۔ چل جائے گا۔"

"کیا ہمارے رنگ میں میچ کرتا ہوا اور کوئی بچہ نہیں ہے؟"

"ہوتا تو اسے نہ لاتے۔ چار عورتوں میں سے تین کے ہاں بیٹیاں پیدا ہوئی ہیں۔ ایک کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔"

بلقیس آنکھیں بند کیے بستر پر پڑی تھی۔ جناب عالی نے قریب آ کر پوچھا "ہیلو! کیا تم نے بچے کو دیکھا ہے؟"

وہ آنکھیں کھول کر بولی "دیکھا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے' کالی ماں کے گورے بچے اور گوری ماں کے کالے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم سوال کرنے والوں کو یہی جواب دیں گے۔"

"یہ تو سوچو جو بازی ہم جیتنے والے تھے اس کا ایک پوائنٹ کم ہو رہا ہے۔ بھائی کا بیٹا بہت گورا اور خوب صورت ہے اور یہ تو پہلی نظر میں کسی غریب یا مزدور کسان کا بیٹا دکھائی دیتا ہے۔"

وہ بولی "زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ دادا دادی پہلے پوتے کو زیادہ چاہیں گے۔ ہمیں چاہت نہیں چاہیے' فیکٹری اور زمینوں میں برابر حصہ چاہیے۔ آئندہ کوشش ہو گی کہ برابر سے بھی زیادہ حصہ ملے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جیتنے کے لیے بچے کو گوری نسل سے لایا جائے۔ صرف ہمارا بیٹا ہونا ضروری ہے اور اب بیٹا ہمارے پاس ہے۔"

وہ سر جھکا کر کمرے سے باہر آیا۔ اسے جیتنے کی خوشی تھی لیکن جن مزدوروں اور کسانوں کو وہ ایک جاگیردار کی حیثیت سے ٹھوکروں میں رکھتا تھا ان میں سے کسی کے بیٹے کو وہ اور اس کا پورا خاندان پیار کرے گا اور جو بچہ اپنے گھر رہ کر سوکھی روٹی کھاتا' وہ حویلی میں رہ کر فیکٹری اور زمینوں کا مالک بنے گا لیکن اس دنیا میں وہی بچہ ہے جو بلند و برتر نظر آتا ہے۔ خواہ وہ حقیقتاً کتنی ہی گہری پستی سے آیا ہو۔

صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ اپنی زندگی کتنی باوقار' افضل و برتر ہے اور اپنے تجربے کے مطابق تاقیامت کتنی ہیرا پھیری سے ایسی جھوٹی برتری کو قائم رکھا جا سکتا ہے۔

چودھرانی جائے نماز پر بیٹھی ہوئی تسبیح پڑھ رہی تھی۔ اس نے پیچھے سے آ کر ماں سے لپٹ کر جبراً خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "بے بے! مبارک ہو۔ پتر ہوا ہے۔"

"کیا سچ!" وہ خوشی سے اٹھ کر بیٹے کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی بہو کے کمرے میں آئی۔ پوتا بہو کے پہلو میں لیٹا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر پہلے تو وہ ٹھٹک گئی مگر وہ جیسا بھی تھا اپنے بیٹے کا بیٹا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا پھر اس کی پیشانی کو چوم کر بولی۔ "جناب عالی! جب تو پیدا ہوا تھا تو کچھ ایسا ہی سانولا سا تھا پھر جیسے جیسے بڑا ہوتا گیا' تیرا رنگ نکھرتا گیا۔ میرا پوتا بھی پھول کی طرح کھل جائے گا۔"

بلقیس اور جناب عالی نے اطمینان کی سانس لے کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر فاتحانہ انداز میں مسکرانے لگے۔

بہر حال وہ پہلا مرحلہ طے ہو گیا۔ دونوں بھائیوں نے اپنی اپنی حکمت عملی سے اپنا ایک ایک ممبر فیکٹری میں پہنچا دیا لیکن ابھی ہار جیت کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ یہ آخری فیصلہ ہونا باقی تھا کہ دونوں بیٹوں میں سے کس کے بیٹے زیادہ ہوں گے۔ جس کے بیٹوں کی تعداد زیادہ ہو گی' فیکٹری میں اسی کی حکمرانی ہو گی اور یہی حکمرانی اور برتری زمینوں کے حصول میں بھی ہو گی۔

لیکن صاحب عالی کے لیے ایک نیا مسئلہ پیدا ہوا۔ وہ معمول کے مطابق ایک دن پہلی بیوی راشدہ سے ملنے گیا تو اس نے کہا۔ "جب میں نے پہلی بار سنا کہ سلطانہ ماں بننے والی ہے تو مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔ میں جس مرحلے سے گزر چکی تھی' اس کے پیش نظر یہی سمجھ رہی تھی کہ وہ بے چاری زندگی اور موت کے کرب سے گزرے گی لیکن یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ اس نے آپ کو ایک

صحت مند بیٹے کا باپ بنایا ہے۔"

"راشدہ! تم نے میری بیوی ہو کر مجھ پر بھروسا نہیں کیا۔ یہ بتاؤ کہ میری نظروں میں سلطانہ کا مقام زیادہ بلند ہونا چاہیے یا نہیں؟"

"یہ فیصلہ آپ کریں کیونکہ سلطانہ آپ کے بارے میں وہ حقائق نہیں جانتی تھی۔ اگر جانتی تو شاید شادی نہ کرتی یا پھر میری طرح میڈیکل چیک اپ کا مطالبہ کرتی۔"

صاحب عالی نے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔ وہ بے خبر تھی۔ اسے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ سلطانہ باخبر تھی اور اس نے طبی معائنہ کرایا اور اس کا علاج اب تک کرایا جا رہا تھا۔ ایک امید سی تھی کہ اس کے اندر کے نقائص دور ہو جائیں گے اور نہ بھی ہوئے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ان میاں بیوی کے ہاتھوں میں کشکول تھا۔ وہ کہیں سے بھی اولاد حاصل کر سکتے تھے اور کر رہے تھے اور آئندہ بھی کرنے والے تھے۔

وہ بولا "تمہارا بیٹا اب سات ماہ کا ہونے والا ہے۔ تم اتنے مہینوں کے بعد مجھ پر بھروسا نہ کرنے کی غلطی کو تسلیم کر رہی ہو۔"

"بات یہ ہے کہ بیٹے کی پیدائش کے بعد بھی میں مطمئن نہیں تھی۔ میں سوچ رہی تھی اگر آپ کے اندر کوئی نقص ہے تو وہ چند روز یا چند ماہ میں بچے کے ذریعے ظاہر ہو گا۔ میں دعائیں مانگتی رہی تھی کہ میرا شبہ غلط ہو اور آپ کا بیٹا صحیح سلامت رہ کر پل جائے۔"

"آج تمہاری زبان سے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ تم نے مجھے نقائص سے پاک سمجھ لیا ہے۔"

"میں نے کہا تھا' جس دن آپ کی میڈیکل رپورٹ درست ہو گی یا آپ دوسری شادی کریں گے اور صحت مند بچے کے باپ بن جائیں گے تو ہماری علیحدگی ختم ہو جائے گی اور ہم پھر سے ایک دوسرے کو میاں بیوی کے حقوق دیں گے۔"

"تو؟" وہ ذرا گھبرایا پھر انجان بن کر بولا "میں سمجھا نہیں' تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"تعجب ہے' آپ آسان سی بات نہیں سمجھ رہے ہیں۔ میں آپ کی منکوحہ ہوں۔ یہ میرا حق ہے کہ میں بھی آپ کے بچوں کی ماں بنوں۔ ماں بننا بیوی کا پہلا حق ہے۔"

صاحب عالی کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ جب وہ ایک باپ کی حیثیت سے کامیاب و کامران ثابت ہو گا تو اس کے بعد پہلی بیوی سے بھی [illegible] کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا پڑے گا۔

راشدہ نے اسے تذبذب میں دیکھ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟ میرے حقوق دینا نہیں چاہتے؟"

اس نے بات بنائی "وہ بات اصل یہ ہے کہ جب میں نے سلطانہ سے شادی کرنا چاہی تو اس نے پوچھا کہ میں پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کیوں کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے جھوٹ کہہ دیا کہ میڈیکل رپورٹ کے مطابق آئندہ تم ماں نہیں بن سکو گی لہٰذا میں باپ بننے کے لیے دوسری شادی کر رہا ہوں۔"

"آپ نے سلطانہ سے شادی کرنے کے لیے مجھ میں نقص پیدا کر دیا۔ کوئی بات نہیں' اب آپ سلطانہ سے کہہ سکتے ہیں کہ اس طویل عرصے میں' میں اپنا علاج کراتی رہی ہوں۔ مجھ میں جو نقص تھا' وہ ختم ہو چکا ہے۔ اب ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق میں ماں بن سکتی ہوں۔"

راشدہ کی اس بات کا جواب سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں ابھی جا کر سلطانہ کو تمہاری میڈیکل رپورٹ کے بارے میں بتاؤں گا۔"

"یہ بات آپ کل بھی بتا سکتے ہیں۔ آج میری حویلی میں رہ جائیں۔"

راشدہ نے اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ وہ بری طرح الجھ گیا تھا۔ راشدہ نے کبھی رات کو حویلی میں رہنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ ایک طویل عرصے کے بعد محبت سے ایسا کہہ رہی تھی۔

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں کبھی تمہاری بات نہیں ٹالتا ہوں لیکن وہ بات یہ ہے کہ۔۔۔ یہ ہے کہ شام کو سلطانہ کے ساتھ شہر جانے کا پروگرام پہلے ہی بن چکا ہے۔ کوئی تفریح کا پروگرام ہوتا تو میں منسوخ کر دیتا۔ اس کا ایک معروف لیڈی ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ ہے۔۔۔۔ اگر آج نہیں جائے گی تو لیڈی ڈاکٹر آئندہ چند دنوں کے بعد کی تاریخ دے گی۔"

وہ قائل ہو کر بولی "جب ایسی مجبوری ہے تو آپ سلطانہ کو لے کر ضرور جائیں مگر وعدہ کریں کہ کل ضرور آئیں گے۔"

"وعدہ کرتا ہوں۔ کل شہر سے واپسی ہو گی تو ضرور آؤں گا۔"

اس روز وہ کسی طرح اسے ٹال کر حویلی سے چلا آیا۔ ٹالنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ سلطانہ کو پا کر راشدہ سے بیزار ہو گیا ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ راشدہ کو دل سے چاہتا تھا۔ جبکہ راشدہ کو دلہن بنانے سے پہلے اس کے خیالوں میں سلطانہ جیسی حسینہ آیا کرتی تھی لیکن سلطانہ کو پانے کے بعد اسے اب ایک آئیڈیل اور گھریلو بیوی کا فرق بڑی وضاحت سے معلوم ہو رہا تھا۔ سلطانہ کی زندگی میں تصنع تھا۔ چہرے پر مغربی میک اپ' مغربی لباس' مغربی پرفیوم اور مغربی ادائیں تھیں۔ پاکستانی ماحول میں پرورش پانے والے صاحب عالی کو اب یہ مغربیت بوجھ لگ رہی تھی۔ یہ بوجھ اس وقت مزید بڑھ گیا تھا جب سلطانہ نے اسے ایک بیٹے کا باپ بنایا تھا۔

تب سے بڑی [illegible] میں راشدہ اس کے حواس پر چھا رہی تھی۔ اس کی اپنی پنجاب کی تہذیب کے مطابق لباس پہننے والی' لانبی چوٹی پر پراندہ باندھنے والی ایسی تھی کہ اس کے رخساروں پر میک اپ کی نہیں' حیا کی سرخی رہا کرتی تھی۔ وہ ایسی حیا والی تھی کہ اس نے زمین جائیداد کے سلسلے میں اپنے شوہر کو شکست کھانے دیا تھا لیکن اپنی تہذیب کو گالی نہیں دی تھی۔

وہ اپنی گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے میں آیا۔ سلطانہ شہر جانے کے لیے تیار بیٹھی تھی۔ اس کے لباس سے اٹھنے والی تیز پرفیوم کی مہک کمرے میں پھیل رہی تھی لیکن صاحب عالی کے نتھنوں میں راشدہ کے پسینے کی مہک تھی۔ ایسی قدرتی مہک جو دور ہونے کے بعد بھی حواس پر چھائی رہتی ہے۔

سلطانہ نے پوچھا "کہاں رہ گئے تھے؟ کیا شہر نہیں چلنا ہے؟"

وہ تھکے ہوئے انداز میں بستر پر گر کر بولا "تمام دن کھیتوں میں رہا۔ کپاس کی فصل بہت اچھی ہوئی ہے۔ شہر کے بیوپاری' ٹیکسٹائل ملوں کے ایجنٹ آنے لگے ہیں۔ کل بھی آئیں گے' میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔"

"نو پرابلم۔ میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاتی ہوں لیکن دو دن اور دو راتیں گزار کر آؤں گی۔"

یہ بات چھری کی طرح لگی کہ وہ اس کے بغیر شہر میں راتیں گزار کر آئے گی لیکن وہ ناگواری کا اظہار نہیں کرسکتا تھا۔ فیکٹری میں بچہ ارکان بڑھانے کے لیے دو پارٹنوں میں پھر جدوجہد شروع ہو گئی تھی۔

وہ ڈرائیور کے ساتھ اپنی کار میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ بستر کے سرے پر بیٹھ کر سر جھکائے سوچتا رہا۔ اس کے ابا نے دونوں پوتوں کے نام کچھ زمینیں لکھ دی تھیں اور ان پوتوں کو فیکٹری میں اپنا حصے دار بنا لیا تھا لیکن وہ ابھی بچے تھے۔ مقابلتاً تو دو بھائیوں میں تھا۔ وہ اپنے بیٹوں کے جوان ہونے اور کسی قابل ہونے تک پوری جاگیر پر اپنا اقتدار چاہتے تھے۔

یہ ایسی بات تھی کہ حساس انسان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ صاحب عالی کا سر بھی جھک جایا کرتا تھا۔ وہ بنگلے سے نکل کر اپنی کار میں بیٹھ کر حویلی میں آگیا۔ راشدہ نے اسے واپس آتے دیکھا تو خوشی سے کھل گئی۔ وہ اس سے کچھ کہے بغیر کمرے میں آیا پھر بستر پر اوندھے منہ گر پڑا۔

وہ دروازے پر کھڑی اسے دیکھتی رہی اور اس کی پریشانیوں کے بارے میں سوچنے لگی۔ وہ بے چاری کیسے سمجھ سکتی تھی کہ اس کا شوہر دوراہے پر آگیا ہے۔ وہ کبھی اس راہ پر کبھی اس راہ پر بھٹکنے لگا ہے۔

وہ دروازے کو اندر سے بند کرکے بستر پر آئی۔ اس کے پاس بیٹھ کر بڑی محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی پھر اس نے پوچھا "کیا سلطانہ سے ناراض ہو کر آئے ہیں؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "نہیں۔ جو مجھے تخت و تاج کا مالک بنا رہی ہے' میں اس سے ناراض کیسے ہو سکتا ہوں۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں۔"

"آپ مجھے اپنا نہیں سمجھتے ہیں اس لیے بتانا نہیں چاہتے۔"

وہ تو اپنا ہی سمجھ کر آیا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر راشدہ کو دیکھا پھر اس کی گود میں سر رکھ کر بولا "میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھ سے کچھ نہ پوچھنا۔ میں... میں صرف پناہ چاہتا ہوں۔"

راشدہ نے پھر کچھ نہیں پوچھا۔ کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ بھولی ہوئی مسرتیں پلٹ کر آئیں تو خوشی کے ساتھ ندامت بھی ہوتی ہے کہ قدرت کی طرف سے عطا کی ہوئی ایسی عنایات کو کیسے بھلا دیا گیا تھا؟ اس ندامت آمیز سوال کا ایک ہی جواب ملتا ہے کہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ زمین پر پاؤں پھیلا کر حکومت کرنے کے لیے قدرتی پالیسی پر اعتماد نہیں رہتا۔ صرف ڈپلومیسی یاد رہتی ہے۔

راشدہ اس رات مسرتوں سے سرشار ہو کر گہری نیند میں ڈوب گئی۔ وہ جاگتا رہا کیونکہ اس کے اندر ایک احساسِ جرم جاگ رہا تھا۔ پچھلے ڈیڑھ برس سے علاج کرانے کے باوجود میڈیکل رپورٹ منفی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی وہ گم شدہ حیا پرور تہذیب کی گود میں پناہ لینے آیا تھا۔ وہ منفی رپورٹ اس باقی ماندہ تہذیب کو بھی فنا کرسکتی تھی۔ وہ بے چینی اور ندامت سے یہی سوچ رہا تھا کہ خدانخواستہ راشدہ کے جسمانی اندرونی نظام کو نقصان پہنچے گا یا وہ دوسرے بچے کی ولادت کے وقت جانبر نہ ہوسکے گی تو وہ خود کو کبھی معاف نہیں کرسکے گا۔ راشدہ کے پاس آکر پناہ لینے کا مطلب یہ تو نہیں ہونا چاہیے کہ اس کی کوکھ کو آگ لگا دی جائے۔

وہ دوسری صبح حویلی سے چلا آیا اور یہ فیصلہ کرلیا کہ ایک بار غلطی ہو گئی' کوئی ضروری نہیں ہے کہ راشدہ کے ماں بننے کے آثار پیدا ہو جائیں۔ خدا کرے ایسا نہ ہو۔ آئندہ وہ ایسی غلطی نہیں کرے گا۔

وہ تمام دن بنگلے میں تنہا رہا۔ سلطانہ دو راتیں گزار کر واپس آنے والی تھی۔ اب ایسی بات سوچنے سے بھی منہ پر جوتا سا لگتا تھا مگر کیا کیا جائے؟ اپنی برتری کا تسلسل قائم رکھنے کے لیے باہر سے مالی یا فوجی امداد حاصل کرنی پڑتی ہے۔ فصل کو بڑھانے کے لیے باہر سے بیج بھی منگوانے پڑتے ہیں۔

برسوں کے بعد ایک رات کی رفاقت نے یہ احساس دلایا تھا کہ عورت ہو یا فیکٹری' وہ پوری کی پوری اپنی ہو' وہاں کسی تیسرے کا دخل نہ ہو۔ یہ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو صرف اپنی مردانگی اور ذہانت سے حاصل کی جاتی ہیں۔ ان کے حصول کے لیے بیرونی امداد یا قرضہ لینے والے پورے ملک اور قوم کو سمجھاتے ہیں کہ یہ بے غیرتی نہیں بلکہ حکمتِ عملی ہے۔

وہ شام تک اپنے فیصلے پر قائم نہیں رہ سکا۔ راشدہ جیسے مقناطیس کی طرح کھینچ رہی تھی۔ وہ اپنی مٹی تھی' اپنی تہذیب کی خوشبو تھی پھر کیسے نہ کھینچ۔ وہ پھر اس کی پیار بھری پناہ میں پہنچ گیا۔ اس نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ ذہن منتشر ہو' آدمی کوئی معقول فیصلہ کرنا چاہے اور نہ کرسکے تو پھر وہ خود کو یا اپنی چاہنے والی کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے۔

یوں وقت گزرنے لگا۔ جس طرح اس نے راشدہ کو سلطانہ کے سلسلے میں بہت سے راز نہیں بتائے تھے اسی طرح اس نے سلطانہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ راشدہ کی شرم و شرافت اور اپنے شوہر کی بن کر رہنے والی تہذیب اسے اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے۔

تقریباً یہ کہاوت صادق آئی کہ دائی سے پیٹ نہیں چھپتا۔ یہ اعلان ہو گیا کہ بڑے بیٹے کی پہلی دلہن کے پاؤں بھاری ہو گئے ہیں۔ اس اطلاع نے تمام خاندان کو خوش کیا لیکن بنگلے کی چار دیواری میں سلطانہ نے صاحب عالی کو گھور کر دیکھا پھر پوچھا "یہ تم نے کیا کیا! جب راشدہ کو قتل کرنا تھا تو پہلے مجھ سے مشورہ کر لیتے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "وہ میری وفادار بیوی ہے۔ میں اسے قتل کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ بس یونہی ایک بار مجھ سے غلطی ہو گئی۔"

"یہ تم نے خوب کہا' وہ تمہاری وفادار بیوی ہے۔ تم پر انحصار کرتی ہے' کشکول نہیں اٹھاتی۔ کشکول تو میں اٹھائے پھرتی ہوں۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ میں یہ سوچ کر پریشان ہو رہا ہوں کہ بچہ ایب نارمل ہوگا اور مجھ سے منتقل ہونے والے مضر جراثیم راشدہ کو جانی نقصان پہنچائیں گے تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کرسکوں گا۔"

"سوچنے اور پچھتانے کا وقت گزر چکا ہے۔ اگر تم اس کی زندگی بچانا چاہتے ہو تو جتنی جلدی ممکن ہو' اس کا حمل ضائع کرا دو۔"

"وہ کبھی راضی نہیں ہوگی۔ اگر اپنا یہ راز بتا دوں' تب بھی وہ مجھے اس قدر چاہتی ہے کہ محبت سے دیے ہوئے زہر کو بھی زہر نہیں سمجھے گی۔ وہ مجھ پر اندھا اعتماد کرتی رہے گی اور میں شرم سے مرتا رہوں گا۔"

"مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ جسے دل و جان سے چاہتے ہو' اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو یا نہیں؟"

"میں ہر حال میں اسے طبعی عمر تک زندہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر میرے مشورے پر عمل کرو۔ میں ابھی شہر جا رہی ہوں۔ کل صبح تک ڈاکٹر سے ایسی دوا لاؤں گی جسے تم قطرہ قطرہ روزانہ دودھ یا کسی دوا میں ملا کر پلاؤ گے تو خود بخود حمل ضائع ہو جائے گا اور اس کی وجہ بھی کسی کو معلوم نہیں ہوگی۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا "معلوم بھی ہوگی تو وہ بے چاری یہی سمجھے گی کہ مجھ میں پہلے کی طرح خرابی ہے۔"

"تم ذرا عقل کی بات کرو۔ تم میں خرابی ہے تو تم میرے بچوں کے باپ کیسے بن گئے؟ پلیز میں جتنا کہتی ہوں' اتنا ہی کرو۔"

وہ تو وہی کرتا آ رہا تھا' جو وہ کہتی رہتی تھی کیونکہ اب وہ اس کی مٹھی میں تھا۔ اس کے عیب صرف وہی جانتی تھی۔ وہ اعتراض پر نشتر رکھنے والی شہر چلی گئی۔ صاحب عالی کا دل نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر شکار گاہ کی طرف جانے لگا۔ اسے صرف ایک اندیشہ تھا کہ اسقاطِ حمل کے لیے جو دوا رازداری سے کھلائی جائے گی' اس سے اس کی راشدہ کو نقصان نہ پہنچے۔

بعض اوقات اچھے اچھوں کی مت ماری جاتی ہے۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عورت کبھی اپنی سوکن کا بھلا نہیں چاہتی۔ سلطانہ نے اب تک راشدہ کے خلاف کبھی کچھ نہیں کہا تھا کیونکہ وہ اس کے لیے بے ضرر تھی۔ صاحب عالی اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات نہیں رکھتا تھا۔ وہ بچوں کی ماں نہیں بن سکتی تھی اس لیے راشدہ سوکن نہ ہونے کے برابر تھی لیکن سلطانہ کی توقع کے خلاف وہ بے ضرر سوکن مقابلے پر اتر آئی تھی۔ ایسے میں اس فیکٹری پر اور تمام زمینوں پر کس کی حکمرانی ہوتی؟ سلطانہ اور جہیز کے لائے ہوئے بچوں کی یا ان بچوں کی جو راشدہ کی تہذیب کی کوکھ سے جنم لیتے؟

وہ شکار گاہ پہنچا تو جناب عالی وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس کے کمرے سے ایک عورت کے رونے اور فریاد کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس شکار گاہ کے بڑے سے بنگلے میں دونوں بھائیوں کے الگ الگ حصے تھے۔ وہ جناب عالی کے حصے میں آیا پھر اس نے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر دیکھا۔ جناب عالی اپنے پنڈ کی ایک جوان لڑکی کی پٹائی کر رہا تھا۔ اس نے بڑے بھائی کو دیکھ کر ہاتھ روک لیا۔ جوان لڑکی جو فرش پر پڑی ٹھوکریں کھا رہی تھی' صاحب عالی کو دیکھتے ہی اٹھ کر دوڑتی ہوئی آئی اور اس کے قدموں میں گر کر بولی "مجھے بچا لیں۔ میں قسم کھاتی ہوں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی۔ راتوں رات یہاں سے بہت دور چلی جاؤں گی۔"

صاحب عالی نے سر اٹھا کر پوچھا "آخر بات کیا ہے؟"

جناب عالی نے غصے سے کہا "تم میرے معاملات میں دخل دینے کیوں آئے ہو' جاؤ... اپنے بنگلے میں جاؤ۔"

"چلا جاؤں گا لیکن میں ان چند جاگیرداروں میں سے ہوں جو عورت پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ دور دور کے پنڈ تک مشہور ہے کہ میں نے کبھی کسان اور مزدور کی بہن اور بیٹی کو میلی نظروں سے نہیں دیکھا۔ اسی طرح میں اس لڑکی پر ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"تم نہیں دیکھ سکتے اسی لیے کہہ رہا ہوں' چلے جاؤ۔"

"جناب عالی! تم مجھے بچپن سے جانتے ہو کہ میں اکثر اپنا دماغ ٹھنڈا رکھتا ہوں لیکن جب دماغ میں گرمی چڑھ جاتی ہے تو تمہارے اور ابا کے مسلح گارڈز بھی روک نہیں پاتے۔ باہر کھڑے ہوئے گارڈز کی موجودگی میں اپنی عزت رکھنا چاہتے ہو تو صرف چھوٹے بھائی بن کر باتیں کرو۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے بڑے بھائی کو دیکھا پھر کہا "یہ کتے کی بچی الزام لگا رہی ہے کہ یہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

"کیا یہ جب تمہاری سیج پر آئی تھی تو کتے کی بچی تھی؟ اسے گالیاں دینے سے پہلے یہ سوچ لو کہ بات سچ ہوگی تو اس کا بچہ بھی کتے کا ہوگا اور وہ گالی تمہیں پڑے گی۔"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں' یہ پتا نہیں کس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ ایسی جوان لڑکیاں کھیتوں میں کتنے ہی مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "مجھ سے جیسی بھی قسم لے لیں۔ جب سے مجھے اٹھا کر لایا گیا ہے تب سے آپ کی قید میں رکھا جاتا

ہے۔ جب سرکار آتے ہیں تو مجھے بنگلے میں بلاتے ہیں۔ میں نے تین مہینے سے تنہائی میں کسی بیوی کی شکل نہیں دیکھی۔"

صاحب عالی نے ایک گارڈ کو بلایا پھر کہا "اسے دوسرے کمرے میں لے جاؤ۔ مرہم پٹی کرو۔ اسے کھانے پینے کے لیے دو۔ اگر اس کے ساتھ کسی نے بدتمیزی کی تو میں اسے گولی ماردوں گا۔"

گارڈ اس لڑکی کو ساتھ لے گیا۔ صاحب عالی نے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر کے پوچھا "کیا یہ جھوٹ کہہ رہی تھی؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جو تمہیں پسند آجاتی ہے اسے تم شکار گاہ کے پنجرے میں مہینوں بند رکھتے ہو۔"

"ہم اپنی رعایا کے ساتھ کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ ہمیں کون روکنے والا ہے۔ یہاں کا تھانہ اور پولیس سب ہماری ہے۔"

"سب تمہاری ہے مگر بچہ بھی تمہارا ہے۔"

"مان لیتا ہوں' میرا ہے لیکن جب پیدا ہوگا تو میرے پہلے بچے کی طرح اندھا اپاہج ہوگا۔"

"تمہارے دوسرے بچے کی طرح صحت مند کیوں نہیں ہوگا؟"

"بڑے بھائی! کیوں انجان بنتے ہو۔ میری میڈیکل رپورٹ کو نہ تم غلط ثابت کرسکتے ہو اور نہ میں تمہاری میڈیکل رپورٹ کو جھٹلا سکتا ہوں۔"

"جھٹلانا اس لیے نہیں چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کے خاص کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں اور یہ خوب جانتے ہیں کہ ایک دوسرے کو بے غیرت ثابت نہیں کرسکیں گے۔"

"پھر تم غیرت مند بن کر اس دو کوڑی کی لڑکی کی حمایت کرنے کیوں آئے ہو؟"

"ہماری دنیا میں ماحولیاتی آلودگی اتنی زیادہ ہے کہ ہمیں صاف وشفاف تازہ ہوا نصیب نہیں ہوتی ہے۔ اگر مجھے راشدہ سے اور تمہیں اس غریب لڑکی سے تازہ ہوا' خالص نسل اور سچا شجرہ مل جائے تو کیا یہ اچھی اور خوش قسمتی کی بات نہیں ہوگی؟"

اس نے قہقہہ لگایا پھر کہا "راشدہ بھابی سے اور اس لڑکی سے بچے صحیح سلامت ہوں گے تب خالص نسل اور سچا شجرہ ملے گا۔"

"جناب عالی! ہمیں کیا بیماری ہے؟ کیا ہمیں کینسر ہے؟"

"کینسر ہو دشمنوں کو۔ مجھے کیوں ہوگا؟"

"کیا ہمیں ایڈز کی بیماری ہے؟"

"بڑے بھائی! تم کیوں ایسی ہلاک کردینے والی بیماریوں کا نام لے رہے ہو۔ یہ بیماریاں تو کبھی دور نہیں ہوتیں۔"

"یہی میں کہنا چاہتا ہوں۔ ہم دونوں ایسے لاعلاج موذی امراض میں مبتلا نہیں ہیں۔ ہمارا شمار ایسے مریضوں میں ہوتا ہے جو قابل علاج ہوتے ہیں۔ کیڑے مار دواؤں میں جو زہریلے اثرات ہوتے ہیں اور ان میں ہم نے منافع خوری کے لیے جو اضافہ کیا تھا' ان سب کے اثرات ہمارے اندر کب تک رہیں گے؟ تقریباً پونے دو برس سے میرا علاج ہو رہا ہے۔ تمہارے علاج کی بھی مدت گزر چکی ہوگی۔ ذرا سوچو' غور کرو۔ جو زہریلے اثرات ختم نہیں ہوتے' وہ بڑھتے ہیں اور اگر بڑھتے ہیں تو ہم دونوں بھائیوں کو اس بیماری میں مرجانا چاہیے۔ میرا دل کہتا ہے کہ ہمارے اندر سے مضر ہوا کے اثرات ختم ہوچکے ہیں۔"

جناب عالی بڑی سنجیدگی سے یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا "تمہاری بات شاید اس لیے دل کو لگ رہی ہے کہ تم کہہ رہے ہو' ہم بیماری کے اثرات سے نجات پاچکے ہیں لیکن ہر ماہ ڈاکٹری رپورٹ میں میرے اندر کوئی نہ کوئی خرابی نکل آتی ہے۔"

صاحب عالی نے کہا "میری رپورٹ میں بھی کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہوتی رہتی ہے۔"

تھوڑی دیر تک دونوں ایک دوسرے کو خاموش نظروں سے دیکھتے رہے پھر صاحب عالی نے کہا "جب ہم بچے تھے تو آپس میں بڑے میل محبت سے رہتے تھے۔ ایک دوسرے کو اپنے کھلونے دے دیتے تھے۔ جب بڑے ہوئے اور ہم پر ہوس زر غالب آنے لگی تو ایک دوسرے کو کھلونے دینے والے اب ایک دوسرے سے فیکٹری اور زمینیں چھیننے لگے اور بڑے سے بڑا جاگیردار بننے کے لیے بے غیرتی کے ہتھیاروں سے ایک دوسرے کو شکست دینے کی کوششیں کررہے ہیں۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک کرسی پر آکر بیٹھ گیا پھر بولا "ہم دونوں اپنی زندگی میں بڑی شان وشوکت سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم خاندانی جاگیردار ہیں مگر ہمارے بعد وہ امپورٹ کیے ہوئے بچے بھی خود کو خاندانی جاگیردار کہیں گے۔ ذرا سوچو' ہمارے آباؤاجداد نے یہ پاک زمین اسی لیے حاصل کی تھی کہ اس پر جعلی نسلیں حکومت کریں؟"

جناب عالی نے شکست خوردہ انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا "شاید ہم آپس میں نہ لڑتے لیکن ابا نے باقی زمینیں اور جائداد پوتوں کے نام لکھنے کا فیصلہ کیا تو ہم ایک دوسرے سے بڑا جاگیردار بننے کے لیے ناجائز ہتھکنڈوں کو بھی بے غیرت بن کر جائز ماننے لگے۔"

"ابا ہمارے بزرگ ہیں۔ انہوں نے زیادہ پوتوں کو گود میں کھلانے کی خواہش میں ایسا فیصلہ کیا۔ فی الوقت ہم اپنا تھوڑا سا محاسبہ کرلیں۔ ہمیں جو کچھ جائز طریقے سے ملتا ہے اس پر صبر شکر سے راضی ہوجائیں تو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے صبر وشکر سے گزارہ کرنے کی نصیحت کررہے ہو؟"

"جو نصیحت کررہا ہوں' اس پر پہلے خود عمل کروں گا۔ میرے پاس دس میل تک پھیلی ہوئی زمینوں پر کھیت ہیں اور ایک پنڈ ہے۔ یہ میرے لیے کافی ہے۔ باقی ابا کی فیکٹری اور جتنی زمینیں ہیں' وہ تمہیں دے دوں گا۔"

جناب عالی ہنستے ہوئے بولا "مجھے یاد آرہا ہے' تم بچپن میں ایسی ہی فراخ دلی سے کھلونا میرے حوالے کردیتے تھے مگر بڑے بھائی! یہ بہت بڑی جاگیر مجھے دوگے میں کیسے یقین کرلوں؟"

"میرے ساتھ شہر چلو۔ وہاں ہمارا وکیل ہے۔ اس کے سامنے میں کورٹ پیپر پر یہ لکھ کر دوں گا کہ میری موجودہ زمین جائداد کے بعد باقی ابا کی تمام زمین اور جائداد کے مالک تم رہوگے۔ آئندہ میں اور میرے بچے بھی اس سلسلے میں اپنے حقوق کا دعویٰ نہیں کریں گے۔"

وہ سن رہا تھا اور حیرانی سے بڑے بھائی کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا "میں ابھی تمہارے ساتھ شہر جاؤں گا لیکن تم اپنے حقوق کے لیے کیوں نہیں لڑوگے؟ مجھ پر یہ مہربانی کیوں کررہے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں تم میری تین بہترین نصیحتوں پر عمل کرو۔"

"وہ نصیحتیں کیا ہیں؟"

"پہلی نصیحت شہر چل کر کروں گا۔ یعنی پہلے تمہارے حق میں ابا کی زمین وجائداد کے کاغذ پر لکھوں گا تاکہ تم مجھ پر مکمل بھروسا کرسکو۔"

"ہاں۔ تم خود کو قابل اعتماد بناؤ گے تو میں اعتماد کروں گا اور تمہارے ساتھ اس شکار گاہ سے شہر چلوں گا۔ بلقیس کو اطلاع بھیج دوں گا کہ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "اطلاع نہیں دوگے۔ ہم میں سے کوئی اپنی کسی بیوی سے کچھ نہیں کہے گا۔ انہیں پتا ہے کہ جب ہم میں سے کوئی شکار گاہ میں آکر قیام کرتا ہے تو کبھی دو چار روز اور کبھی ایک ہفتے تک واپس نہیں آتا پھر یہ کہ خاندان کی عورتوں کو ادھر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہم رازداری سے شہر جاکر واپس آجائیں گے۔"

"میں ایک بار بلقیس کو یہاں لایا تھا۔"

"اس بار یہ خبر بھیج دو کہ تمہارے چند ایسے اوباش قسم کے دوست آئے ہیں جن کی موجودگی میں بلقیس کا یہاں آنا قطعی نامناسب ہوگا۔"

جناب عالی نے اپنے ایک ملازم کو بلا کر یہی باتیں سمجھائیں پھر اسے بلقیس کے پاس بھیج دیا۔ صاحب عالی نے شکار گاہ میں رہنے والے مستقل ملازموں سے کہا کہ وہ اس زخمی لڑکی کو عزت سے وہیں رکھیں اور ان کی واپسی تک اس کا خاص خیال رکھیں۔

وہ دونوں ایک جیپ میں بیٹھ کر لاہور آگئے۔ وہاں پرل ہوٹل میں قیام کیا کیونکہ سلطانہ بھی اس شہر کی اپنی کوٹھی میں آئی ہوئی تھی۔ صاحب عالی اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے وکیل کو ہوٹل میں بلایا پھر صاحب عالی نے اس سے کہا کہ وہ جناب عالی کے حق میں ایک تحریر لکھے کہ بڑا بھائی صاحب عالی اپنی موجودہ زمین اور جائداد کے سوا چوہدری عالی حاکم کی تمام زمین وجائداد سے دستبردار ہوتا ہے اور بہ ہوش وحواس والد صاحب کی وراثت میں عطا کردہ تمام زمین وجائداد کا مالک اپنے چھوٹے بھائی جناب عالی کو تسلیم کرتا ہے۔ اس پر دستخط کرنے کے بعد صاحب عالی اور اس کی کوئی بھی بیوی اور اولاد جناب عالی سے اپنے حقوق طلب کرنے کی مجاز نہیں ہوگی۔

دوسرے دن دو بجے تک وکیل نے یہ کام کردیا۔ جناب عالی نے کہا "اب بتاؤ' تمہاری پہلی نصیحت کیا ہے؟"

صاحب عالی نے فون پر ایک بہت ہی معروف ڈاکٹر سے رابطہ کیا پھر کہا "ہم دو بھائی ہیں اور اپنا مکمل میڈیکل چیک اپ کرانا چاہتے ہیں۔ ملاقات کے وقت ہم چیک اپ کے بارے میں تفصیلی بات بتائیں گے۔"

ڈاکٹر نے شام چھ بجے کا وقت دیا۔ صاحب عالی نے ریسیور رکھ کر چھوٹے بھائی سے کہا "میری پہلی نصیحت یہی ہے کہ ہمیں خود اپنا طبی معائنہ اس طرح کرانا چاہیے کہ اس کی خبر ہماری بیویوں کو بھی نہ ہو۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے بڑے بھائی کو دیکھنے لگا۔ بھائی نے کہا "میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری طبی رپورٹ ہمیشہ بلقیس لاکر تمہیں دیا کرتی ہے اور تمہیں پڑھ کر سنایا کرتی ہے کیونکہ تم انگریزی نہیں جانتے ہو۔"

"ہاں۔ ڈاکٹری رپورٹ میرے پلے نہیں پڑتی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھا ہوا ہے' بلقیس مجھے سمجھاتی ہے۔"

صاحب عالی نے کہا "میں پڑھ لیتا ہوں لیکن طبی معائنے کے معاملے میں سلطانہ پیش پیش رہتی ہے۔ وہی ڈاکٹر کو فیس وغیرہ ادا کرتی ہے لیکن اب میں کسی پر بھروسا نہیں کررہا ہوں اور تمہیں بھی یہی سمجھا رہا ہوں۔"

وہ جو کچھ سمجھا رہا تھا' جناب عالی اس لیے سمجھ رہا تھا کہ اب بھائی بھائی میں زمین جائداد کا جھگڑا نہیں رہا تھا۔ وہ بڑے بھائی کی

اُلٹا پتہ

ای۔ اے۔ جی

میں ایک بہت بڑی فرم میں ایک چوٹی کے ایگزیکٹیو کی سیکرٹری کے طور پر کام کررہی تھی۔ میرے باس بے پناہ مصروف آدمی تھے۔ انھیں صحیح معنوں میں سر کھجانے کی فرصت بھی نہیں ملتی تھی۔ ان کی تمام مصروفیات کا تعین میں ہی کرتی تھی۔ وہ میرے بنائے ہوئے شیڈول کے مطابق کام کرتے تھے۔

وہ ایک مصروف ترین دن تھا۔ میرے باس اپنے کمرے میں بیٹھے کام کررہے تھے کہ کمپنی کا ہیلی کاپٹر انھیں ایئرپورٹ لے جانے کے لیے آپہنچا۔ انھیں ایک کاروباری دورے پر جانا تھا۔ بالآخر وہ اپنا بریف کیس اٹھائے کمرے سے برآمد ہوئے اور ہال کے اختتام پر صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ میں نے قدرے بلند آواز میں کہا: "جناب آپ کے ایئرلائن ٹکٹ آپ کے بریف کیس میں رکھے ہیں۔" باس ٹھٹک گئے۔ انھوں نے پلٹ کر پوچھا: "آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ میں جا کہاں رہا ہوں۔"

فراخ دلی کو دل سے تسلیم کر رہا تھا۔ وہ دونوں پانچ دن شہر میں رہے' تین دن تک مختلف ٹیسٹ ہوتے رہے۔ ان کے نتائج مزید دو دن تک سامنے آتے رہے پھر مکمل میڈیکل رپورٹ نے بتایا کہ دونوں بھائیوں میں کوئی نقص نہیں ہے اور دونوں کسی بھی دوا کے اثر سے متاثر نہیں ہیں' باپ بن سکتے ہیں۔

جناب عالی ڈاکٹر کی زبان سے یہ رپورٹ سن کر خوشی سے بڑے بھائی کے گلے لگ گیا۔ شہر سے واپسی پر اس نے کہا "بھائی! تم نے ابھی تک دوسری نصیحت نہیں کی۔ شہر سے ٹالتے آرہے ہو۔"

اس نے کہا "دوسری نصیحت پر عمل کرنا مشکل ہے۔ اگر اسے ناک کا مسئلہ نہ بناؤ تو پھر آسان ہے۔"

"آپ کی نصیحت پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تب بھی عمل کروں گا۔ آج سے میں آپ کو "تم" نہیں کہہ رہا ہوں۔ دل سے اپنا بزرگ تسلیم کر رہا ہوں۔"

صاحب عالی نے کہا "کھوٹا سکہ خواہ کتنا ہی چمک دار ہو' وہ مٹی میں ملے ہوئے کھرے سکے کے مقابلے میں صفر ہوتا ہے۔ بلقیس نے تمہیں کھوٹا سکہ دیا ہے اور مٹی میں رلنے والی کسان کی ایک بیٹی کھرا سکہ دینے والی ہے۔ میری دوسری نصیحت یہ ہے کہ اس سے شادی کرلو۔"

جناب عالی ونڈ اسکرین کے پار دیکھ کر سوچنے لگا۔ صاحب عالی نے کہا "بلندی سے جھک کر نیچے گرے ہوئے انسان کو اٹھا کر اپنے برابر بلندی پر لانے سے عزت گھٹے گی نہیں بلکہ بڑھے گی۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں لیکن ابا جان اور آس پاس کے جاگیردار ہمارا مذاق اڑائیں گے۔"

"ہم ابا جان کو تمام حقائق بتائیں گے تو وہ خاندانی شجرے کو درست رکھنے کے لیے اس غریب لڑکی کو ضرور بہو بنائیں گے۔ رہ گئے آس پاس کے جاگیردار کہ وہ غریب لڑکی کو بڑے خاندان کی بہو بنانے پر مذاق اڑائیں گے تو کتنے دن اڑائیں گے؟ ہماری دنیا میں توقع سے زیادہ برائیاں صرف اسی لیے ہوتی ہیں کہ ہم سوچتے ہیں کہ ایسا کریں گے تو دنیا والے ہنسی اڑائیں گے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ہم ہنسنے والوں سے ڈرتے ہیں۔"

وہ اپنے پنڈ پہنچنے سے پہلے شکار گاہ میں آئے۔ ملازموں نے بتایا کہ ان کی بیویوں کے پیغام آئے تھے۔ انہوں نے کہلوایا تھا کہ جلد واپس آنے کی کوشش کریں۔ جناب عالی نے ایک کمرے میں آکر دیکھا۔ وہ لڑکی فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ حالانکہ وہاں پلنگ اور صوفے وغیرہ تھے۔ وہ قریب آیا تو وہ سہم کر سمٹنے لگی۔ اس نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھایا پھر اسے لاکر صوفے پر بٹھایا اور کہا "شاداں! اب کبھی نیچے نہ بیٹھنا۔ تو میری عزت ہے۔"

اس نے کچھ نہ سمجھ کر اسے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اس وقت صاحب عالی ایک ملازم کے ساتھ کمرے میں آکر بولا "شاداں کے ماں باپ کو بڑی رازداری سے بلا کر یہاں لاؤ۔ انہیں یہاں لانے تک شاداں کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔"

ملازم چلا گیا۔ شاداں نے صاحب عالی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا "بڑے مالک! مجھ پر رحم کریں۔ میں کبھی چھوٹے مالک پر الزام نہیں لگاؤں گی۔ میرے ماں باپ کو نہ بلائیں۔ میں منہ چھپا کر کہیں دور چلی جاؤں گی۔"

صاحب عالی نے اس کے جڑے ہاتھوں کو تھام کر کہا "اپنے دل سے خوف نکال دو۔ آئندہ یوں ہاتھ نہ جوڑا کرو۔ تم میرے بھائی کے بچے کی ماں بننے والی ہو۔ تم ایک معمولی کسان کی بیٹی ہو کر ہمارے اعلیٰ خاندان کے شجرے کو کھوٹ سے بچا رہی ہو۔ ابھی یہ نہیں سمجھو گی کہ کتنا بڑا کارنامہ انجام دے رہی ہو۔ تمہارا انعام یہ ہے کہ تم بہت جلد ہمارے خاندان کی بہو بننے والی ہو۔"

وہ جو کچھ سن رہی تھی اس پر یقین نہیں کر سکتی تھی۔ صاحب عالی نے مزید دو ملازموں کو بھیج کر چوہدری عالی حاکم اور راشدہ کو رازداری سے بلایا تھا۔ ان کی آمد پر دونوں بھائی ان کے ساتھ ایک کمرے میں گئے اور وہاں شروع سے آخر تک اپنی روداد سناتے رہے۔ چوہدری عالی حاکم سنتا رہا اور دبی زبان سے سلطانہ اور بلقیس کو گالیاں دیتا رہا۔ صاحب عالی نے کہا "ابا! آپ غصہ نہ کریں۔ ان دونوں نے ہم بھائیوں کو جتنی جعلی میڈیکل رپورٹس دکھائی ہیں وہ ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ سلطانہ اور بلقیس کے ساتھ ان کے زر خرید ڈاکٹر بھی قانون کی گرفت میں آئیں گے۔ ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ آپ شاداں کے متعلق فیصلہ سنائیں۔"

عالی حاکم نے کہا "لوگ کہتے ہیں' مضبوط درخت ٹوٹ کر گر سکتا ہے مگر کبھی جھکتا نہیں ہے لیکن آج ہم بڑے جاگیردار ہو کر اس لیے جھکیں گے کہ جب مغرب سے آئی ہوئی بے حیا عورتیں ہماری بہو بن سکتی ہیں تو ایک کسان کی باحیا بیٹی ہماری بہو کیوں نہیں بن سکتی۔ ایک جاگیر پر دو حکمرانوں کی لڑائی نے ان دونوں کو موقع دیا کہ وہ باہر سے امداد لے کر آئیں۔ یہ سب نہیں جانتے کہ امداد کے پیچھے کتنی بے حیائی چھپی رہتی ہے۔ ہم بھی نہیں جانتے تھے۔"

چوہدری عالی حاکم اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "ہمیں اپنی زمین کی طرف جھکنا ہو گا۔ ہم جھک کر شاداں کو اٹھائیں گے اور بیرونی امداد لانے والی ہستیوں کو جوتے مار کر نکالیں گے۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس کمرے کی طرف گئے جہاں شاداں تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ جناب عالی نے راشدہ کے پاس آکر کہا "بھابی! آج کھوئی ہوئی عزت اور شرم و حیا کو حاصل کرنے کا دن ہے۔ اس خوشی میں آپ کو تحفہ دے رہا ہوں۔ تحفہ ہمیشہ ثابت اور سالم دیا جاتا ہے لیکن میں اس تحفے کے چیتھڑے اڑا کر دوں گا۔"

اس نے بریف کیس سے وہ کاغذات نکالے جن کی رو سے وہ اپنے باپ کی تمام زمین اور جائداد کا مالک بن چکا تھا۔ یہ فراخ دلی بڑے بھائی نے دکھائی تھی۔ چھوٹے بھائی نے ان کاغذات کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے پھر ان ٹکڑوں کو اپنی بھابی کے قدموں پر پھولوں کی طرح نچھاور کر دیا۔